شاہ ولی اللہ دہلوی

کی

تحقیقات حدیث

صحیح بخاری کے ایک قلمی نسخے کی روشنی میں

تالیف

ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن

ناشر محمد حنیف ۲۱۰/۶ اورنگ آباد، ناظم آباد، کراچی ۱۸ پاکستان

شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحقیقات حدیث

(صحیح بخاری کے ایک قلمی نسخے کی روشنی میں)

تالیف

ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن

شاہ ولی اللہ اکیڈمی، پھلت، مظفرنگر، یوپی

Shah Waliullah Academy

Phulat, Muzaffar Nagar-251201, (U.P.)

کتاب کا نام	:	شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحقیقات حدیث (صحیح بخاری کے ایک قلمی نسخے کی روشنی میں)
مؤلف	:	ڈاکٹر محمد عتیق الرحمٰن
ناشر	:	شاہ ولی اللہ اکیڈمی، پھلت، مظفر نگر، یوپی
سال اشاعت	:	۷/دسمبر ۲۰۰۷ء
طباعت	:	ارمغان پبلی کیشنز، پھلت
صفحات	:	۲۰۸
کمپوزنگ	:	ریاض احمد خان (دی پرنٹ زون، پٹنہ)
تعداد	:	۱۰۰۰ (ایک ہزار)

ملنے کے پتے:-

۱) شاہ ولی اللہ اکیڈمی، پھلت، مظفر نگر، یوپی

۲) مرکز تحقیقات اسلامی، نیو عظیم آباد کالونی، سنیچرا باغ، پٹنہ۔۶

فہرست عنوانات

۱-	پیش لفظ	ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن	۵
۲-	مقدمہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی	۹
۳-	خدا بخش لائبریری کا نسخۂ بخاری شریف	ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن	۳۳
۴-	فہرست ابواب		۴۳
۵-	صحیح بخاری جلد اوّل		۴۷
۶-	صحیح بخاری جلد دوم		۱۲۲
۷-	صحیح بخاری جلد سوم		۱۷۰
۸-	صحیح بخاری جلد چہارم		۱۸۹

انتساب

اپنے حقیقی بڑے بھائی جناب حافظ محمد شفیق خاں
مدظلہ العالی کے نام جن کی ذہنی و فکری تربیت نے
مجھے اس اہم خدمت کے لائق بنایا۔

پیش لفظ

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ہندوستان کا نہایت معروف علمی ادارہ ہے جہاں عربی، فارسی، اردو، ترکی، پشتو، پالی اور سنسکرت زبان کے نہایت اہم، قدیم، نادر و نایاب اور قابل قدر مخطوطات کا شاندار ذخیرہ محفوظ ہے۔ مخطوطات کی تعداد ۲۲؍ہزار ہے جو ہندوستان کے تمام مشرقی کتب خانوں کے مقابلہ میں سب سے بڑی تعداد ہے۔

میری خوش نصیبی ہے کہ میں یہاں کے اس اہم ذخیرے کا مسلسل تیس سال تک (۱۹۷۶ء-۲۰۰۶ء) ذمہ دار رہا اور حفاظت و نگرانی کے علاوہ اہم مخطوطات کی فہرست سازی، ہندو بیرون ہند کے اہل علم کی فرمائش پر علمی و تحقیقی مواد کی فراہمی، اور لائبریری میں آئے ہوئے معروف و ممتاز دانشور حضرات کے سامنے نوادرات کے تعارف کی خدمات انجام دیتا رہا۔

خدا بخش لائبریری کے اہم اور نادر و نایاب مخطوطات میں صحیح بخاری کا یہ نسخہ بھی ہے۔ جس کی تعلیقات و تحقیقات یہاں پیش کی جارہی ہیں۔ یہ نسخہ چار جلدوں میں ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا درس دیا ہوا ہے۔ اس کی کئی خوبیاں ہیں۔ جن میں ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اس کی چاروں جلدوں کے مختلف صفحات پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحقیقات ملتی ہیں۔ جو تعداد میں ۷۶ ہیں۔ یہ تحقیقات صرف اسی نسخہ میں موجود ہیں دوسری جگہ نہیں ملتیں اس لحاظ سے یہ نہایت اہم اور قابل قدر ہیں اور نادر و نایاب بھی۔ تاہم افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ تحقیقات اب تک تمام اہل علم کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ خود علمائے حدیث ان تحقیقات سے ناآشنا اور ان کے استفادے سے محروم ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ خدا بخش لائبریری کے کیٹلاگر نے آج سے اسّی سال قبل جب اس مخطوطہ کا تعارف کرایا تھا تو اس کی تمام خوبیوں کا تو ذکر کیا لیکن اس کی تحقیقات پر کچھ روشنی نہیں ڈالی اور نہ اس کی تفصیلات پیش کیں۔ جس کی وجہ سے اس اہم خوبی کی طرف کسی شخص کی نظر نہیں گئی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اگر کسی عالم دین نے اس نسخہ کو پڑھا تو صرف اس حیثیت سے پڑھا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ایک اجازت نامہ کے ذیل میں ایک جگہ اپنے آپ کو مسلکاً حنفی لکھا ہے۔ میں نے جب بھی کسی عالم دین کو یہ نسخہ دیکھایا تو وہ صرف اس عبارت کو دیکھ کر خوش ہوگیا کہ اس میں حضرت شاہ صاحب حنفی مسلک کے پیروکار نظر آتے ہیں اور اس کی خود انہوں نے وضاحت کردی ہے۔ لیکن کیا اس میں ان کے گراں قدر تحقیقی حواشی ہیں یا اس میں مزید تحقیقی معلومات پائی جاتی ہیں۔ ان کی طرف کسی کا دھیان نہیں گیا۔ میری خوش نصیبی ہے کہ میں مخطوطات کے انچارج ہونے کی بنا پر اکثر اہم مخطوطات کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرتا رہتا تھا اور ان کی اہم خصوصیات سے واقف ہونے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ اس مخطوطہ کو میں نے بیسیوں بار اہل علم کو دیکھایا اور بارہا حواشی کا مطالعہ کیا۔ ان حواشی میں کچھ تو ایسے ہیں جو امام قسطلانی اور علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہما کے حوالے سے ہیں۔ لیکن بقیہ حواشی ایسے ہیں جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے شاگرد رشید شیخ محمد بن پیر محمد الہ آبادی کے لکھے ہوئے ہیں اور تمام حواشی کے اخیر میں "کذا سمعت عن شیخ المحدثین ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ" یا اس قسم کے دوسرے الفاظ ملتے ہیں۔ ظاہر ہے اس قسم کی تحریروں سے یہ بات بلاشبہ ثابت ہوجاتی ہے کہ یہ تمام تحقیقات حضرت شاہ کی ہیں۔ اسی دوران میں آج سے تین سال قبل کی بات ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ادارہ علوم اسلامیہ کے چیرمین اور شاہ ولی اللہ ریسرچ سیل کے ڈائرکٹر پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی کا دعوت نامہ موصول ہوا جس میں انہوں نے وہاں کے ۱۰-۱۱ دسمبر ۲۰۰۴ء میں ہونے والے دوروزہ قومی سیمینار میں شرکت کرنے کی مجھے دعوت دی۔ موضوع تھا شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث۔ میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ اور شرکت کے لیے منظوری دیدی کیونکہ میں نے سوچا کہ اس اہم نسخے کے تعارف کے لیے سب سے زیادہ موزوں ومناسب جگہ وہی ہوسکتی ہے کیونکہ وہاں پورے ملک کے علما اور دانش ور حضرات موجود ہوں گے جو ان تحقیقات کے بارے میں اپنے خیالات پیش فرمائیں گے۔ چنانچہ میں نے ان تحقیقات کو پوری توجہ سے پڑھنا شروع کیا اور ڈیڑھ دو ماہ

ی مسلسل محنت کے بعد مقالہ تیار کر کے سیمنار میں حاضر ہوا۔ اور پھر مقالہ پڑھا، مقالہ پڑھنا تھا کہ تمام شرکاء سیمنار نے خوشی کا اظہار کیا۔ داد تحسین دی اور خواہش ظاہر کی کہ ان تحقیقات کو کتابی صورت مرتب کر کے شائع کرایا جائے۔ کیونکہ یہ تحقیقات پہلی بار ان کے سامنے آئی تھیں۔ جو ان کے لیے نہایت نادر و نایاب تھیں۔ خاص طور پر پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی کی فرمائش ہوئی کہ میں انہیں جمع کر دوں تا کہ شاہ صاحب کی نایاب تحقیقات تمام علمی دنیا کے سامنے آجائیں اور وہ ان سے بہ آسانی استفادہ کر سکیں۔ چنانچہ اہل علم دوستوں کے تقاضے پر میں نے اسی وقت پختہ ارادہ کر لیا کہ دو سال بعد جب ۲۰۰۶ء کے فروری میں خدابخش لائبریری کی ملازمت سے سبکدوش ہوں گا تو سب سے پہلے اس خدمت کو انجام دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے ملازمت سے سبکدوش ہوتے ہی مجھے اس اہم علمی و دینی کام کی توفیق عطا فرمائی اور ایک سال کی مدت میں یہ کام آج پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ فالحمدلله علی ذالك و ماتوفیقی الا بالله۔

یہ کہتے ہوئے انتہائی مسرت حاصل ہو رہی ہے کہ یہ نادر و نایاب تحقیقات پہلی بار علمی دنیا کے سامنے پیش کرنے کی مجھے سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ جن سے حدیث نبوی کے طلباء، اساتذہ اور محققین کی معلومات میں نہایت شاندار اضافہ ہوگا۔ کیونکہ بیشتر تحقیقات ایسی ہیں جو بالکل نئی اور اچھوتی ہیں۔ جن کی طرف متقدمین علمائے حدیث کا دھیان بھی نہیں گیا تھا۔

اس کتاب میں میں نے اصول یہ اپنایا ہے کہ سب سے پہلے متعلقہ ابواب اور ان کے ذیل میں متعلقہ احادیث نبوی تحریر کی ہیں۔ پھر شاہ صاحب کی تحقیقات کا خلاصہ پیش کیا ہے تا کہ شاہ صاحب کی تحقیقات ان کے متعلقہ ابواب و احادیث کی روشنی میں بہ آسانی سمجھ میں آسکیں کیونکہ ان دونوں کے ذکر کیے بغیر شاہ صاحب کی تحقیقات کو سمجھنا آسان نہیں تھا۔ اخیر میں شاہ صاحب کے شاگرد رشید شیخ محمد بن شیخ پیر محمد الہ آبادی کی اصل عبارت پیش ہے۔ جو قلمی نسخے کی جلد اور اوراق کے حوالے کے ساتھ ہے۔ تمام احادیث اور تحقیقات کا اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے تا کہ عام قاری انہیں بہ آسانی سمجھ سکے۔

اس کتاب کے شروع میں پہلے نسخۂ خدابخش کا بھرپور تعارف پیش کردیا گیا ہے تاکہ اس کی علمی و تحقیقی اہمیت اور قدر و قیمت سے آپ بخوبی واقف ہوسکیں۔ اس کے بعد متعلقہ ابواب کی فہرست دے دی گئی ہے تاکہ ان کے ذیل میں شاہ صاحب کی تحقیقات آپ کو معلوم ہوسکیں۔

اس موقع پر میں اپنے مخلص کرم فرما فاضل دوست پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی کا تہہ دل سے شکرگذار ہوں کہ انہوں نے میری درخواست پر نہ صرف یہ کہ میری اس کتاب پر ایک مبسوط عالمانہ مقدمہ لکھا جس میں حضرت شاہ صاحب کے افکار و خیالات کی ندرت پر بھرپور روشنی ڈال دی بلکہ میرے پورے مسودہ کو بغائر ملاحظہ کیا اور جابجا اس کی غلطیوں کی اصلاح فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور مزید علمی و دینی کام کرنے کی انہیں توفیق بخشے۔ آمین۔

میرے دوسرے دوست مولانا صدر عالم استاد مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ بھی قابل ذکر ہیں جنہوں نے میرے مسودے کے ابتدائی پچاس صفحات کو پوری دلچسپی سے پڑھا اور جابجا ان کی اصلاح فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔ اخیر میں مکرمی جناب کلیم صدیقی صاحب، صدر شاہ ولی اللہ اکیڈمی کا نہایت شکرگذار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی طباعت کی ذمہ داری نہایت خوش دلی کے ساتھ قبول فرمائی اور انہیں کی کوششوں سے یہ تحقیقات آج پہلی بار دانشوران علم وفن کی خدمت میں پیش کی جارہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس علمی و دینی خدمت کو شرف قبولیت بخشے اور اہل علم حضرات کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے۔ آمین۔

محمد عتیق الرحمٰن
مرکز تحقیقات اسلامی
نیو عظیم آباد کالونی صندل نگر، سنچرا باغ، پٹنہ۔ ٦
۴ مئی ۲۰۰۷ء

مقدمہ

صحیح بخاری کی مثالی مقبولیت کی ایک بے مثال جہت ان کی شرح و تحشیہ سے محدثین کرام کی بے پناہ اعتنا ہے۔ کتب حدیث میں شرح و تفسیر کی ایسی مثال نادر ہے جو دیگر صحاح کے حصہ میں بھی نہیں آئی، تو دوسری کتب حدیث کا کیا ذکر۔ شروح و حواشی بخاری کی بھی متعدد جہات ہیں: ان میں سے صرف چند ایک ہی طبعزاد، جامع، حکمت آمیز اور فنی رہنما ہیں اور ان میں بھی ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری سرخیل بھی ہے اور لاجواب بھی۔ وہ ایک طرح سے بانی شرح بھی ہے اور خاتم بھی۔

باقی اہم ترین شروحِ بخاری کی وہ کلاسیکی درجہ ہے اور نہ فنی عظمت و منزلت۔ اور ہے بھی تو دوسرے درجۂ خاص کی۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی (احمد بن علی، م ۸۵۲/۱۴۴۸)، فتح الباری، تالیف " ۸۱۷/۱۴۱۴-۸۴۲/۱۴۳۸ نیز مابعد تہذیب، علامہ عینی (محمود بن احمد حنفی م ۸۵۵/۱۴۵۱)، عمدۃ القاری: نیز قسطلانی کی ارشاد الساری کے علاوہ کرمانی، نووی، انصاری وغیرہ کی شروح)

ان تمام قدیم و جدید شروح و حواشی میں ایک اہم جہت یہ بھی ہے کہ بعض جامع ہیں اور مفصل و مشرح بھی۔ کہ وہ تمام احادیث، تراجمِ ابواب، رجال و رواۃ اور دوسری تمام متعلقہ اور بسا اوقات غیر متعلقہ چیزوں سے بھی بحث کرتی ہیں۔ متعدد مختصر و متوسط ہیں کہ صرف ضروری مقامات یا مشکل احوال کی گرہ کشائی کرتی ہیں اور ان میں بھی صرف منتخب لطائف کی حامل ہیں۔ ایک اور دلچسپ حقیقت یہ بھی نظر آتی ہے کہ متعدد شارحین کرام نے بالخصوص مدرسین عظام نے دورانِ درس اپنے حواشی سے نوازا اور ان حواشی کو صاحب درس کی بجائے ان کے تلامذہ میں سے کسی نے اپنے نسخۂ بخاری کے حواشی پر ان کو سجایا اور سنوارا۔ (متاخرین نے بالعموم درسی تعلیقات و شروح لکھیں یا لکھوائیں جیسے انور شاہ کشمیری کی فیض الباری،

احمد علی سہارنپوری کی شرح و حاشیہ، رشید احمد گنگوہی کی لامع الدراری وغیرہ ملاحظہ ہو: تقی الدین ندوی، محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے، مظفر پور ۱۹۹۵ء، ۱۳۲، ۱۳۶)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ محدث اعظم تھے کہ تمام ذخیرۂ حدیث پر حکیمانہ اور ناقدانہ دسترس رکھتے تھے۔

وہ اپنی تعلیم عالی و مطالعۂ بالغہ کے علاوہ حدیث کے استاذ کل بھی تھے اور بالعموم دور آخر میں منتہی طلباء، بلکہ شیوخ کو درس حدیث دیتے تھے۔ موطا امام مالکؒ کے وہ شارح جلیل بھی تھے اور اس اہم ترین کتاب حدیث وفقہ کی عربی وفارسی میں دو دو شروح لکھی تھیں۔ ان میں عربی مسویٰ تعلیقات کے انداز کی ہے لیکن فارسی مصفی جامع وکامل شرح کا لاثانی عظمت رکھتی ہے۔ حضرت شاہؒ موطا امام مالک کو صحیحین۔ بخاری ومسلم۔ کی اساس قرار دیتے تھے اور دونوں صحیح ترین کتب کو اسی کا مستخرج و مستفیض بتاتے تھے۔ (خاکسار راقم، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔ شخصیت وحکمت کا ایک تعارف، علی گڑھ ۲۰۰۱ء، شاہ ولی اللہ دہلوی کی خدمات حدیث، کلکتہ ۲۰۰۳ء، نیز حجۃ اللہ البالغہ میں بحث شاہ بر طبقات کتب حدیث، مکتبہ سلفیہ لاہور، غیر مورخہ ۱/۱۳۲-۱۳۵ و مابعد)۔

بہ ایں ہمہ حضرت شاہؒ نے کتب حدیث کے اپنے قائم کردہ طبقات میں سے طبقہ اولیٰ میں موطا کے ساتھ بخاری اور مسلم کو بالترتیب رکھا تھا اور ان کی انفرادی عظمت اور فنی جلالت اور علمی پیش رفت کے بھی قائل تھے۔ وہ صحیح بخاری کو دوسرے مقام پر رکھتے تھے اور اسی طرح اس کے ساتھ اعتنا فرماتے تھے جس طرح موطا امام مالک سے۔ اسی بنا پر انھوں نے نہ صرف صحیح بخاری کی تدریس وتعلیم کا خاطر خواہ اہتمام فرمایا بلکہ اس کے تراجم ابواب پر ایک مختصر رسالہ بھی لکھا جس میں منتخب ابواب کے تراجم کی نادر شرح لکھی۔

حضرت شاہؒ نے بخاری کے ایک نسخہ پر اپنے حواشی بھی تحریر کروائے۔ (حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، شرح تراجم ابواب صحیح بخاری، مولفہ در ۱۱۲۵-۱۱۴۶/۱۷۳۲-۱۷۳۳ء؛ حیدرآباد دکن ۱۹۴۹ء، خاکسار کا کتابچہ شخصیت وحکمت پر، نیز دوسری کتب شاہ و بر حکمت شاہ)۔

حضرت شاہ کے زیر تدریس نسخہ بخاری مشہور کتب خانہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہے۔ اس پر ان کے شاگرد رشید شیخ محمد بن شیخ پیر محمد الہ آبادی کے لکھے ہوئے حواشی ہیں۔ جن کے آخر میں اکثر جگہ لکھا ہے۔ کذا سمعت عن شیخ المحدثین ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

صحیح بخاری پر حضرت شاہ کے حواشی صرف منتخب مقامات پر ہیں لہٰذا وہ باب بہ باب اور حدیث بہ حدیث شرح وحاشیہ بخاری نہیں ہے۔ اس کا بہر حال امکان ہے کہ حاشیہ نویس شاگرد جلیل نے اپنے تمام حواشی وشروح شیخ کو لکھنے کی ضرورت نہ محسوس کی ہو اور صرف مقامات مذکورہ کو ہی عطایائے شیخ سے آراستہ کرنے کو ضروری جانا ہو۔ بہر حال یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ حضرت شاہؒ نے دورانِ تدریس پوری صحیح بخاری پر ان سے زیادہ تشریحات کی تھیں۔

کامل متن بخاریؒ کی تدریس حضرت شاہؒ کا ثبوت ان حواشی سے ملتا ہے جو اولین حدیث سے اواخر کتاب تک وسیع ہیں۔ ان میں جلد اول کے حواشی کیت وکیفیت دونوں کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں جو بعد کی جلدوں میں کم سے کمتر ہوتے گئے ہیں۔ یہ تدریس میں بعد کی رواروی یا حاشیہ نگار کی سہل نگاری کا معاملہ نہیں لگتا۔ حضرت شاہؒ کی تالیف وتشریح کا ایک نہج ہے۔ تراجم ابواب بخاری کی شرح میں بھی یہی صورت حال نظر آتی ہے۔ جو تدریسی عدم توازن کی نشانی ہے۔ موطا کی شروح میں ایسی صورت نہیں ہے۔ حضرت شاہ نے موطا امام مالک کی مانند شروح وحواشی بخاری میں جامعیت کا التزام نہیں فرمایا۔ خود لکھتے تو شاید کرتے۔ (ملاحظہ ہو (خاکسار کا کتابچہ مذکورہ بالا: نیز شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث اور مقالہ بر شاہ تراجم ابواب بخاری)

ولی اللّٰہی حواشی بخاری اپنے انتخاب کے اختصار واجمال کے باوجود چند خواصِ خاصہ کے حامل وعلمبردار ہیں۔ ان کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا خاصہ تو یہی ہے کہ وہ عالم اسلام کے ایک اہم ترین محدث حکیم کے ارشاد کردہ حواشی ہیں۔ حضرت شاہؒ اور حکمت

بالاّ دونوں لازم وملزوم ہیں جن سے فنی جلالت کو استناد حاصل ہوتا ہے اور تفہیم وتشریح کو حکیمانہ اعتبار۔ ان کی عبقریت، علوم اسلامیہ میں مثالی درک، حدیث وفن سے محدثانہ اور حکیمانہ شغف ان کو نادر عطا یا بناتا ہے۔ ان حواشی بخاری کی اشاعت وطباعت کے بعد اہل علم وفن ان کو بہتر طریق سے اجاگر کریں گے کہ وہ ان کا خصوصی فن ہے خاکسار راقم محض تعمیل ارشاد میں اور کچھ ثواب لوٹنے کی خاطر اس عظیم فنی کام کے بارے میں چند معروضات پیش کرتا ہے۔ جو ماہرین فن کے لیے تو ہفوات طالبعلمانہ سے زیادہ نہیں، تاہم ان کی توجہ عالی ان کی طرف مبذول کرا سکتے ہیں۔

(الف) ندرت تشریح وحاشیہ:

صحیح بخاری کی اوّلین کتاب وباب میں وحی کے آغاز پر حضرت شاہ نے ایک مختصر ونادر حاشیہ لکھا ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الٰہی کا آغاز وحی حدیث سے ہوا جس کو غیر متلو اور حدیث کہا جاتا ہے اور وہ ہمارے نزدیک امر متواتر ہے جس طرح وحی متلو اپنی عبارت کے ساتھ محفوظ ومتواتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے احادیث کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسی طرح وحی فرمایا تھا جو زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کو ملیں اور ان کے ذریعہ نسل بعد نسل علماء اسلام کو عطا ہوئیں اور مسلمانوں کی زبانوں پر جاری ہوگئیں۔

احادیث نبوی کا وحی الٰہی ہونا، اس وحی کا تواتر اور امت میں اشاعت پذیر ہونا نادر ترین شرح ہے۔ اس پر مزید اضافہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ ان احادیث نبوی کا تواتر دو طرح سے ثابت ہے: علمی وروایتی لحاظ سے بھی اور عملی سنت پر امت کے تعامل کے لحاظ سے بھی۔ حدیث کے متواتر ہونے کا یہ نظریہ شاہؒ نادر ہونے کے علاوہ پوری طرح حتمی بھی ہے۔ دوسرے شارحین حدیث کی نگاہ اس نکتہ کی طرف نہیں گئی ہے۔ حضرت شاہؒ نے صرف بخاری کے تراجم الباب سے سروکار رکھا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے قاضی عیاض یحصبیؒ اور

دیگر مشائخ کے اقوال وتشریحات سے بحث کی ہے مگر وحی کی مراد کو نہ پاسکے۔ (ابن حجر عسقلانی فتح الباری، دارالسلام، ریاض وغیرہ ۔ ۱۹۹۷ء ۱/۱۰-۱۰-۱۲؛ نیز خاکسار راقم، وحی حدیث، دہلی ۲۰۰۲ء؛ شرح تراجم ابواب بخاری، متعلقہ مباحث:)۔

حضرت شاہؒ نے مسئلہ ایمان کے باب میں قدیم محدثین کے کلام مختلف میں شارحین کرام کے اضطراب کو اجاگر کیا ہے کہ ایمان سے مراد کیا ہے۔ صرف قلب سے تصدیق اور زبان سے اقرار بلا عمل ایمان ہے یا اعمال بھی ایمان میں داخل ہیں۔ حضرت شاہؒ نے ایمان کی دو قسمیں ۔ ایمانِ انقیاد فقط، اور ایمان حقیقت کر کے ان دو کو واضح کر دیا ہے اور مسئلہ سلجھا دیا ہے۔ ان کی شرح ایمان کہ قرب الٰہی کا ایک درجہ ہے (الایمان عبارۃ عن درجۃ من القرب) بہت نادر تعریف ہے۔ بخاری کے طویل ترین ترجمۃ الباب کی عبارت اور تشریح ابن حجر عسقلانی وغیرہ سے موازنہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ان شارحین کرام اور ان کے متون کے مولفین عظام اپنے خاص نقطۂ نظر یا نظریۂ ایمان سے شرح کرتے ہیں جبکہ حضرت شاہؒ نے ایسی اجتماعیت پیدا کی ہے جو تمام فقہی، مسلکی، فنی اور نظری گوناگونی کو اپنے اندر سمو لیتی ہے اور خالص ایمان کی تعریف پیش کرتی ہے۔ (فتح الباری ۱/۶۴-۶۹ وما بعد؛ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ بالغۃ، ۱/۶۳-۶۵ وما بعد بحث بر ایمان بصفات اللہ وغیرہ:)۔

حضرت شاہؒ کے حواشی بخاری میں ندرتِ شرح وبیان کی مثالوں پر ایک پورا مقالہ لکھا جاسکتا ہے جس کی گنجائش یہاں نہیں۔ صرف بعض اور کتب وابواب بخاری کے حوالے سے ان نادر وحکیمانہ تشریحاتِ ولی اللّٰہی کا ذکر بلکہ حوالہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

— کتاب الجنائز کے باب ۶۸: ''من احب الدفن فی الارض المقدسۃ او نحوھا'' کی حدیث بخاری ۱۳۳۹ کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو مکا مار کر ان کی آنکھ نکال دی، اس حدیث میں اور دوسری باتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ حضرت شاہؒ نے اس واقعہ کو صورتِ مثالیہ قرار دے کر بعض دوسرے مثالی

واقعات/صورتوں سے مماثلت دکھائی ہے اور حدیث کی صحیح تفہیم کی ہے اصل بات یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ارض مقدس میں وفات پانا چاہتے تھے اور اس خواہش نے کیا کیا روپ دھارے حضرت حافظ ابن حجرؒ اور دوسرے شراح میں یہ تشریح وتفسیر نہیں ملتی، اگرچہ دوسری بہت سی تفصیلات موجود ہیں۔ (فتح الباری ۳/۲۶۳-۲۶۴؛ حضرت شاہ کی صورت مثالیہ کی بڑی قیمتی بحثیں ان کی کتاب حجۃ ۱/۱۳-۱۵: باب ذکر عالم المثال اور بعض کتب تصوف میں ملتی ہیں، حدیث سے متعلق صورت مثالیہ کی تمام چیزوں کو خاکسار نے حضرت شاہ کی صوفیانہ شرح حدیث میں جمع کر دیا ہے۔)

دوسرے تراجم ابواب یا احادیث بخاری میں ایسی نادر تشریحات حضرت شاہ بخوبی ملتی ہیں جیسے رمضان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجود (سخی ترین) ہونے کی واقعیت، نبی اکرم کی امیہ امیہ کی وضاحت، قضائے صیام رمضان، باب قصہ زمزم وجہل العرب، باب "اذا دخل بیتا یصلی حیث شاء او حیث امر ولا یتجسس"۔ (میں بعض طرق الحدیث کا ذکر کرکے لکھا ہے کہ اس ترجمۃ الباب کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں حکم دیا گیا تھا وہاں نماز پڑھتے مگر حضرت عتبان انصاریؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امر تفویض فرمادیا...)

(ب) محدثین کی جمع وتدوین حدیث کی جہت:

عام خیال یہ ہے کہ حضرات محدثین بالخصوص مؤلفین کتب حدیث صحیح احادیث کو جمع کرنے کی سعی بلیغ کرتے ہیں۔ صحیحین کی تمام احادیث کے بارے میں امام دارقطنیؒ وغیرہ کے تمام تر نقد وتبصرہ کے باوجود یہ اجماع پایا جاتا ہے کہ وہ سب کی سب صحیح ترین ہیں۔ یہ خاص اہل فن کا ادراک ہے کہ عظیم ترین مؤلفین کتب حدیث ان صحیح احادیث نبوی کو ایک خاص نقطۂ نظر سے جمع کرتے ہیں۔ اور وہ نقطۂ نظر ان کے فقہی مسلک اور عقیدۂ دینی پر استوار ہوتا ہے۔ وہ اپنے خاص مسلک وعقیدہ کے خلاف کوئی حدیث نہیں لاتے اور اگر لے آتے ہیں تو برائے نقد وتردید لاتے ہیں۔ امام بخاریؒ کی منجملہ شرائط میں سے ایک یہ

بھی تھی کہ راوی ایمان میں قول وعمل دونوں کے شمول کا قائل ہو لہذا صرف اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کے نظریہ کے حاملین کی روایات قبول نہیں کیں۔ حضرت شاہ نے اپنے بعض حواشی میں حضرت امام کے فقہی مسلک یا خاص مسلک کی تائید میں روایات لانے کا ذکر فرمایا ہے۔ (تقی الدین ندوی، مذکورہ بالا، باب امام بخاری بالخصوص امام بخاری کا مسلک، تخریج کے شرائط ۱۹۰-۱۲۵ نیز حافظ ابن حجر عسقلانی کا مقدمہ فتح الباری: ہدی الباری، بالخصوص فصل اول، ثانی اور آخری ابواب سیرت و تالیف)۔

اس کی ایک مثال تیمم میں مٹی پر یک ضربہ روایات واحادیث کی جمع وتدوین بخاری ہے کہ وہ اسی کے قائل تھے اور وہی مسلک امام احمدؒ کی موید بھی ہے۔ صحیح اور مرفوع احادیث میں دو ضربہ احادیث کا ذکر بھی ملتا ہے جو دوسرے ائمہ کا مسلک ہے مگر ان کا ذکر حضرت امام نے نہیں فرمایا۔ حضرت شاہ نے تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لیے اور دوسری کہنیوں تک ہاتھوں کے لیے بتانے والی مرفوع وموقوف احادیث کا ذکر امام مالک کی موطا اور امام ابوحنیفہ (امامنا الاعظم) کے مسلک وسلسلہ سے نقل کیا ہے۔ اور حضرات صحابہ میں ان کی روایت اور ان پر تعامل کی توثیق حضرات عبداللہ بن مسعود اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے کی ہے۔ (فتح الباری، ۱/۵۲۶-۵۲۸: باب التیمم للوجہ والکفین، احادیث: ۳۳۹-۳۴۳ سب کی سب حضرت عمار بن یاسر سے مروی ہیں۔ نیز باب التیمم ضربۃ: ۱/۵۹۱-۵۹۳ امام نووی نے دو ضربہ تیمم کی روایات کو صحیح منصوص قرار دیا ہے اگرچہ حافظ ابن حجر نے اس کو فقہی تعبیر کیا ہے)۔

اگرچہ ان حواشی بخاری میں حضرت شاہؒ نے ائمۂ حدیث کی کتب میں ان کے مسالک وعقائد کی موید روایات واحادیث کی جمع وتدوین کی مثالیں ذرا کم دی ہیں تاہم ان میں بھی بعض دیگر مثالیں ملتی ہیں اور ان سے زیادہ موطا امام مالک کی شروح۔ مسوی ومصفی۔ اور حجۃ اللہ البالغہ میں ان کا ذکر خیر تمام فقہی مسالک کے اعتبار سے کیا گیا ہے اور ان کے استدلال وطریقہ استشہاد سے بھی بحث کی گئی ہے حواشی بخاری میں امام ابوحنیفہ، امام شافعی،

امام مالک اور امام احمد کے علاوہ دیگر ائمہ کا ذکر ہے۔ حضرت شاہ نے بعض مقامات پر امام حنیفہ کے مسلک سے اور بعض دیگر احوال میں امام شافعی کے مسلک سے اتفاق بخاری کا ذکر کیا ہے۔ مولانا تقی الدین ندوی نے اماشین ہمامین (ابوحنیفہ وشافعی) سے اتفاق بخاری پر حضرت انور شاہ کشمیری کے افادات بھی نقل کیے ہیں۔

(ج) دیگر کتب میں "صحاح" کی تدوین:

اسی بحث سے ثابت ہوتا ہے، اور اس کو دوسرے مولفین بالخصوص اہل السنن نے مستند بھی کیا ہے کہ دوسری احادیث بھی صحیح ہیں جو دیگر کتب میں آئی ہیں۔ اس سے کسی کو انکار نہیں حتیٰ کہ امام بخاری اور دوسرے اکابر مولفین بھی اس سے متفق ہیں۔ ہدی الساری میں حضرت امام کا بیان نقل کیا ہے کہ چھ لاکھ صحیح احادیث میں سے انتخاب صحیح کیا اور اختصار کی خاطر بہت سی صحیح روایات چھوڑ دیں۔ مگر اصل نقطۂ بحث حضرت شاہؒ نے ان حواشی میں کہیں کہیں اور دوسری نگارشات میں جا بجا یہ اٹھایا ہے کہ حدیث وسنت کے آفاق بہت وسیع ہیں اور وہ صرف صحیح بخاری میں محصور نہیں اور اسی طرح حدیث بخاری کو محض اس میں اندراج کی بدولت افضلیت اور اصحیت حاصل نہیں۔ افضل واصح ہونے کی دوسری وجوہ ہیں اور ہر ثابت شدہ صحیح حدیث وسنت مساوی طور سے افضل واصح ہے کیونکہ وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کردہ ہے اور ہر نبوی تعلیم افضل وصحیح ترین ہے۔ وہ اصلاً تنوع حدیث وسنت کا معاملہ ہے جو امت مرحومہ کی آسانی اور فضل الٰہی اور قرب ربانی کی حصولیابی کے لیے خود صاحب وحی نے اختیار فرمایا تھا۔ (حضرت شاہؒ نے طبقۂ اولیٰ اور طبقۂ ثانیہ کی تمام کتب کی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ائمہ فقہ نے دیگر کتب کی احادیث کو صحیح سمجھ کر ان سے تمسک کیا ہے اصل معاملہ حدیث وسنت کے ثابت وصحیح ہونے کا ہے۔ وہ ثابت ہیں تو مساوی طور سے صحیح ہیں ملاحظہ ہو: مقدمہ تحفۃ الاحوذی ہیں")۔

حضرت شاہؒ نے ان حواشی بخاری میں اسی بنا پر مختلف مقامات پر جمع بین الاحادیث

کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ صحیح بخاری کی احادیث کی یک طرفگی کے بالمقابل حدیث وسنت کی اجتماعیت کی خاطر دوسری کتب حدیث سے روایات نقل کرتے ہیں۔ ان کے ذریعہ وہ کبھی ایک ہی مسئلہ سے متعلق مختلف متنوع احادیث کو بیان کر کے مسالک کی اساس تمسک کو ثابت کرتے ہیں اور کبھی ان کے ذریعہ مختلف ومتنوع احادیث میں تطبیق پیدا کرتے ہیں۔ حضرت شاہؒ دراصل امام تطبیق وتوفیق بھی ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ اور مسوی ومصفیٰ میں ان کی مثالیں بہت کثرت سے ملتی ہیں۔ مگر ان حواشی بخاری میں بھی ایک آدھ مثال مل ہی جاتی ہے۔

مثال اولاد مشرکین کے باب میں حضرت امام نے دو طرح کی احادیث بیان کی ہیں جو بظاہر معارض نظر آتی ہیں۔ حضرت شاہؒ نے ان دونوں متنوع ومختلف حدیثوں کے درمیان اپنی تشریح "عام مخصوص البعض" کے اصول کے ذریعہ جمع کر دیا ہے۔ حضرت امامؒ نے کتاب الجنائز میں ایک ہی جیسے عنوان سے دو دو باب: ۹۱-۹۲ باب ما قیل فی اولاد المسلمین/والمشرکین باندھے ہیں اور دوسرے باب میں حدیث: ۱۳۸۳-۱۳۸۴ کا مضمون حدیث: ۱۳۸۵ سے مختلف ہے۔ ان کے اطراف بھی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے مختلف شارحین کے حوالے سے طویل بحث کی ہے اور مسئلہ کا واضح حل نہیں ملا، حضرت شاہؒ نے مختصر بحث میں اسے حل کر دیا ہے۔ (فتح الباری ۳/۳۱۰-۳۱۸: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گرامی اور کنیت ساتھ کو جمع کرنے والی ممانعت پر مبنی حدیث کی شرح وتطبیق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل سے کی جس میں اجازت نبوی کا ذکر ہے۔ حضرت شاہؒ نے بعد وفات نبوی اس حدیث کی مدت تلاش کر لی)۔

دیگر "صحاح" سے استنادِ شاہؒ:

اپنے اس حقیقت افروز نظریے کے مطابق حضرت شاہؒ نے صحیح بخاری کی ایک اور عظمت اجاگر کی ہے۔ وہ دراصل اس میں مکررات کے عقدہ کی گرہ کھولتی ہے۔ مکررات

بخاری کے بارے میں مختلف نظریات اور توجیہات ملتی ہیں۔ جن سے سردست بحث نہیں، صرف اتنا عرض کرنا کافی ہے کہ اس طبقہ مکررات میں سند کے اختلاف کے ساتھ متن کا اختلاف بھی ملتا ہے۔ بعض میں کسی لفظ یا تعبیر کا اضافہ ملتا ہے اور بعض میں وہ مفقود ہوتا ہے۔ اس کی ایک نمائندہ مثال حدیث ہرقل ہے۔ حضرت ابوسفیان بن حرب اموی سے املائی فردی اس حدیث میں تعلیم نبوی کے ضمن میں مختلف بیانات/اضافات مکررات میں ملتے ہیں۔ (مقالہ خاکسار: حدیث ہرقل کا تجزیاتی مطالعہ، نیز حدیث معراج پر بحث خاکسار دردی حدیث وغیرہ، تقی الدین ندوی، مذکورہ بالا: مکررات)۔

گھر میں نفل نماز پڑھنے کے بارے میں "بعض طرق الحدیث" کا حوالہ حضرت شاہؒ نے عام انداز سے دیا ہے اور ان کی صراحت نہیں کی مگر متعدد دوسرے حواشی میں ان کی صراحت بھی فرمادی ہے اور اس طرح حدیث بخاری کے دوسرے طرق کو بتادیا ہے۔ مثلاً کتاب الحج کے باب: ۲۷: "باب حج المرأة عن الرجل" کے تحت حضرت امام نے حدیث: ۱۵۱۳ نقل کی ہے جس کے مطابق ایک عورت اپنے کسی عزیز مرد کی طرف سے حج بدل کرسکتی ہے۔ اس سے یہ دلیل حاصل کی گئی ہے کہ مرد کی طرف سے عورت کے حج کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ حضرت شاہؒ نے اپنے حاشیہ میں وضاحت کی ہے کہ بعض روایات میں سوال کرنے والے کو مرد بتایا گیا ہے جبکہ حدیث بخاری میں خثعمی عورت کا ذکر ہے۔ حضرت شاہؒ نے توجہ کی ہے کہ اس روایت سے تمسک کرنے میں حضرت امامؒ نے یہ اشارہ دیا کہ مشہور روایت میں سوال کرنے والی شخصیت ایک عورت تھی۔ (فتح الباری ۳/۴۷۶ و مابعد: باب وجوب الحج وفضلہ الخ مع اطراف دیگر: ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۴۳۹۹، ۶۲۲۸؛ باب کے اختلاف کے علاوہ متعدد دوسرے اختلافات روایت بھی ہیں اور حضرت حافظؒ نے اس بات میں صرف خثعمی عورت کی حدیث کے لانے کا ذکر کیا ہے۔ اس قسم کی روایات میں تعدد وتنوع کا عنصر زیادہ ہوتا ہے، اختلاف وتصادم کا بالکل نہیں۔ حضرت شاہ نے اسی کی بناپر اختلاف احوال کا نظریہ پیش کیا تھا جو بعض احادیث کے ظاہری

تصادم کو مختلف واقعات واحوال پر مبنی ہونے کی بنا پر دور کرتا ہے)۔

حضرت شاہؒ نے امام بخاری کی ایک خاص عادت/طریق کا ذکر بھی کیا ہے جو ان کی صحیح کی متعدد روایات میں پایا جاتا ہے۔ نسخہ بخاری کے مرتب گرامی اسماعیلیؒ کے حوالے سے حضرت شاہ نے کتاب الصلوٰۃ کے باب ایجاب التکبیر وافتتاح الصلوٰۃ میں مذکور دو تین احادیث بخاری: ۷۳۲-۷۳۴ کے بارے میں لکھا ہے کہ اوّل حدیث میں تکبیر سے تعرض نہیں ملتا اور دوسرے میں اس کے ایجاب کا ذکر نہیں ہے۔ اس میں صرف امام کی تکبیر کی متابعت کا ذکر ہے۔ حضرت شاہؒ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ حضرت انسؓ کی اس حدیث کو بیان کرنے میں راویوں نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے تکبیر کا ذکر کیا ہے اور بعض نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ جنہوں نے اس کا ذکر کیا ان کا شاہد حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے جو اسی باب و کتاب کی آخری حدیث: ۷۳۴ ہے۔ اگرچہ اس میں ایجابِ تکبیر کا واضح ذکر نہیں ہے تاہم سیاقِ حدیث اس کا متقاضی ہے کہ تکبیر نماز میں ایک امر مطلوب ہی ہو۔ حضرت شاہؒ نے اس کے بعد آخر میں لکھا ہے کہ اس قسم کی مثالیں بخاری میں کافی ہیں جو نامانوس نہیں ہیں "ومثل هذا كثير غير مستنكر في البخاري" انھوں نے دوسرے تراجم ابواب بخاریؒ سے بھی تکبیر کے واجب اور اتباعِ امام پر سند لی ہے۔ (فتح الباری، ۲/۲۸۰-۲۸۲: کتاب الاذان، باب مذکورہ بالا؛ البتہ نسخہ ق میں اس ترجمہ کی جگہ بسم ہے اور ابواب صفۃ الصلوٰۃ ہے صحیح بخاری کے نسخوں کے اختلاف نے بھی بڑے گل کھلائے ہیں جس طرح دوسری کتب حدیث وغیرہ نے اپنی گونا گونی پیدا کی ہے)۔

بخاری کے نسخوں میں اختلاف کی مثالیں ان کے علاوہ بھی ملتی ہیں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بالخصوص اور طباعتِ جدیدہ مذکورہ بالا کے مرتبین گرامی نے ان کی نشاندہی اپنے ذیلی حواشی میں بہت کثرت سے کی ہے جیسا کہ گذرا۔ حضرت شاہؒ اس اختلافِ نسخ سے خوب واقف تھے لہٰذا وہ نہ صرف تراجمِ ابواب کے بارے میں بلکہ بعض

احادیث اور ان کے الفاظ و متون کے تعلق سے ان اختلافات کا خوب ذکر کرتے ہیں۔ ان مختصر حواشی میں بھی ان کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ مذکورہ بالا کے علاوہ ایک اور اختلاف نسخ کا حوالہ اس نسخۂ خدا بخش کی جلد چہارم ورق ۲۱۷ ب میں ہے۔ اس کا تعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامے سے متعلق ایک باب "تبل الرحم ببلالها" کی حدیث حضرت عمرو بن العاصؓ میں ہے۔ اس میں ایک عام جملہ یہ ہے کہ "ان آلِ ابی فلان" اس سے مراد کیا ہے۔ حضرت شاہؒ نے اسی طرح روایت کے ہونے کا ذکر بعض نسخوں کے حوالے سے کیا ہے۔ ان سے مراد ہونے میں حضرت عقیل بن ابی طالب کے علاوہ ابو طالب اور ابو سفیانؓ اموی کو بھی مراد بتایا گیا ہے اور ان سب کی توجیہ بھی کی گئی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ تلاش کی گئی کہ محمد بن جعفرؒ نے کتاب میں "یابی" کے بعد بیاض رہ گیا ہے۔ بہر حال حضرت شاہؒ اور دوسرے شارحین کا اس سے مسلم افراد خاندانِ رسالت کا مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ سیاق حدیث ثابت کرتا ہے کہ قرابت سے رشتہ داری نہیں قائم ہوتی۔ اسلام و ایمان و عمل صالح سے ہوتی ہے۔ لہٰذا اس سے مراد صرف ابو طالب ہاشمی یا دوسرے غیر مسلم افراد خاندان ہو سکتے ہیں۔ متون کے اختلافات کے لیے ملاحظہ ہو حواشی کے صفحات: ۱۲، ۸۹-۹۰ وغیرہ۔ (فتح الباری ۱۰/۵۱۳-۵۱۹: کتاب الادب ۱۳: باب تبل الرحم ببلالها حدیث: ۵۹۹۰: بحث حافظ کافی مفصل ہے)۔

نقد و تبصرۂ حضرت شاہؒ:

حضرت شاہؒ کے اصل کمالات میں سے ایک اہم ترین یہ ہے کہ وہ استدراک اور نقد و تبصرہ سے کبھی نہیں چوکتے۔ حضرت امام بخاریؒ عظیم ترین محدثین میں بھی ممتاز ترین ہیں لیکن بہر حال وہ "امام معصوم" نہیں تھے جیسا کہ بعض افراد و طبقات ان کو بنانا چاہتے ہیں۔ ان سے تسامحات بھی ہوئے اور بعض فاش غلطیاں بھی سرزد ہوئیں اگرچہ ان میں سے کوئی دانستہ یا بے عملی سے نہیں تھی۔ اس تسامح بشری کے سبب ان پر نقد و تبصرہ بہت سے

جلیل القدر امامانِ حدیث وفقہ کی جانب سے ہوا اور وہ کسی طرح بھی ان کی عظمت وجلالت میں قادح نہیں ہے۔ اصل میں عام مداٖفعین یہ بھول جاتے ہیں کہ بقول امام مزنیؒ" صاحب امام شافعیؒ کوئی کتاب ستر بار بھی پڑھی جائے تو اس میں کوئی نہ کوئی غلطی/خطا ضرور مل جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے سوا کسی اور کتاب کے صحیح ہونے سے انکار فرما دیا۔" لو عورض كتاب سبعين مرة لوجد فيه خطأ، ابى الله ان يكون كتاب صحيحا غير كتابه "۔ (ابن حجر عسقلانی، ہدی الساری، فصل ثامن: امام دارقطنی وغیرہ نقاد کے انتقاد پر بحث، ۵۰۵-۵۴۸ اور جواب عسقلانی)۔

ان تنقیدات حضرت شاہؒ کا تعلق رواۃِ حدیث سے بھی ہے اور بعض امامانِ حدیث وفقہ سے بھی ہے۔ خود امام بخاری بھی ان استدراکات وتنقیداتِ شاہؒ سے نہیں بچ سکے ہیں۔ ان کی چند مثالیں مختصراً درج ذیل ہیں:

رواۃ کے سماع ولقاء پر نقد واستدراک شاہ کا ایک نمونہ ان حواشی کے لحاظ سے حضرت حسن بصریؒ کے حضرت ابو ہریرہ سے سماع وملاقات کے بارے میں ہے۔ کتاب احادیث الانبیاء، ۲۸- باب (بلاعنوان) کی حدیث بخاری: ۳۴۰۴ حضرات حسن ومحمد وخلاس نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے جس کے مطابق حضرت موسیٰ کے کپڑے نہاتے وقت ایک پتھر لے بھاگا تھا۔ حضرت شاہؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے حضرت حسن بصری کی ملاقات میں اختلاف ہے۔ حضرت شاہؒ نے صاحب طریقت ہونے کے باوجود حضرت حسن بصری کی حضرت علی بن ابی طالبؓ سے ملاقات واخذِ طریقت کا انکار کیا ہے۔ جو ان کا بہت مشہور نظریہ ہے اور جس پر محدثین ومورخین کا تقریباً اجماع ہے۔ بہر حال حافظ ابن حجرؒ نے اپنی شرح میں وضاحت کی ہے کہ حضرت محمد بن سیرین کا سماع حضرت ابو ہریرہ سے ثابت ہے جبکہ حضرت حسن بصری کا سماع صحابی جلیل سے" حفاظ نقاد کے" نزدیک ثابت نہیں۔ حضرت شاہؒ کا اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ حضرت حسن بصری سے مروی

کوئی روایت ابوہریرہ مرفوع نہیں ہے۔ (فتح الباری، ۶/۵۲۹-۵۳۱ و مابعد؛ حضرت خلاس (ابن عمر بصریؒ) کا سماع بھی امام احمد ابوداؤد کے مطابق ثابت نہیں ہے)۔

امامانِ فقہ وحدیث پر نقدِ شاہؒ عام شارحین حدیث کے علاوہ خاص امام بغویؒ، امام شافعیؒ، امام خطابیؒ، امام مالکؒ اور ان سے بڑھ کر امام زہریؒ پر بھی ملتا ہے۔ ان کی مثالیں ترتیب حواشی کے مطابق پیش ہیں:

— امام بغویؒ نے رمضان/شعبان کے دنوں کی تعیین کے حوالے سے لکھا ہے کہ بعض شارحین نے "حساب التنجیم" کے لحاظ سے مدتِ ماہ مقرر کرنے کی بات کہی ہے۔ امام بخاریؒ نے اس باب میں اس حدیث کو لاکر اس قول پر رد کیا ہے۔ کتاب الصیام میں اس حدیث کے لانے کی توجیہ شاہ بہت عمدہ ہے اور امام بغوی پر نقد اس بنا پر ہے کہ عرب علوم نجوم سے ناواقف تھے۔ لہذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کسی ایسی چیز کا پابند کس طرح کرسکتے تھے۔

— امام شافعیؒ کا خیال ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو (لخلوف الصائم) اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے لہذا بحالت روزہ اس کی مسواک نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت شاہؒ نے حضرت امام کے خیال پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگرچہ وہ بدبو اللہ کو محبوب ہے تاہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک کرنے کی حدیث باعثِ مرضی الٰہی (مرضاة للرب) اور محبوب ہے یعنی اس بو کا ازالہ بھی محبوب ہے لہذا ان دونوں محبوب چیزوں کا اجتماع ہوگیا اور دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق ہوگئی۔ حضرت شاہؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک اور ان کی فقہ الحدیث کی اس طرح تائید کی ہے اور اسی کو امام بخاری کا مسلک بھی بتایا ہے۔

— کتاب البیوع کے باب بیع الزانی کی حدیث حضرات ابوہریرہ وزید بن خالد رضی اللہ عنہما میں ہے کہ غیر محصنہ باندی (عن الامة اذا زنت ولم تحصن) کے سزا کے بارے میں سوال کیا گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

امام خطابیؒ نے اس حدیث میں احصان کے ذکر کو بہت ہی غریب مشکل کہا ہے۔ حضرت شاہؒ نے نقد و استدراک کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محصنہ باندیوں کی سزا کا ذکر آیتِ قرآنی: "فاذا احصن فان اتین بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات" میں کیا گیا ہے اور غیر محصنہ کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔ اس میں احصان کا ذکر احتراز کے لیے نہیں ہے جیسے نماز قصر سفر میں خوف شرط احترازی نہیں ہے۔ حضرت شاہؒ نے احکام کے اثبات کے لیے قرآن و حدیث کو یکساں درجہ دینے کے علاوہ اپنے جواب میں یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام و اوامر کو خاص حدیث کے لیے بھی چھوڑ اتھا۔

— عام شارحین اور حضرت امام مالک پر نقد حضرت شاہؒ کا ذکر ایک خاص مسئلہ پر آئے گا۔ جو حضرت امام بخاریؒ اور امام محمد بن اسحاق کی روایات کی توثیق و تائید کا نادر باب ہے اور اس میں حضرت شاہؒ نے ایک نئی جہت حدیث اضافہ فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ متعدد مقامات پر حضرات شارحین و محدثین کے اضطراب، حیرت زدگی اور مشکل کا ذکر کیا ہے۔ جن کا حوالہ ان حواشی میں ملتا ہے اور ان میں سے بعض کا ذکر ہماری بحث میں بھی آیا ہے۔

— حضرت امام زہریؒ پر حضرت شاہؒ کا نقد و استدراک متعہ کی حرمت کے ذیل میں ملتا ہے کہ امام زہریؒ نے اپنے وہم کے سبب اس کی حرمت غزوۂ خیبر ۷ھ میں بیان کردی جبکہ دوسرے طرق حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ متعہ کو غزوہ اوطاس ۸ھ میں حرام قرار دیا گیا تھا۔ غزوۂ خیبر میں پالتو گدھوں کے گوشت کھانے کی حرمت بیان کی گئی تھی۔ لہٰذا حدیث کی اصل عبارت یہ ہونی چاہیے: "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن متعة النساء، و عن اكل لحوم الحمر الانسية يوم خيبر" یہاں یوم خیبر کا تعلق صرف اکل سے ہے۔ حضرت شاہؒ کی یہ توجیہ اور حضرت امام زہری پر وہم کا الزام دل لگتی بات نہیں ہے۔ اس پر نقد بعد میں آتا ہے۔

امام بخاری پر نقدِ حضرت شاہؒ کا باب کافی وسیع بھی ہے اور انتہائی اہم بھی ہے۔

اس کی بعض مثالیں اوپر اختلافِ نسخ اور نقدِ رواۃ وغیرہ کے ضمن میں گذر چکی ہیں۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے استدراکاتِ حضرت شاہ یہ ہیں:

۔ امام بخاریؒ پر تعجب کا اظہار اور نقد و استدراک کا بیان رمضان کے روزوں کی قضا کے باب میں کیا ہے۔ حضرت امامؒ نے اپنے ترجمۃ الباب میں حضرات ابن عباسؓ، سعید بن المسیبؒ، ابراہیمؒ، ابو ہریرہؓ اور پھر ابن عباسؓ کے حوالے سے آخر میں لکھا ہے کہ قضاءِ رمضان کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اِطعام (کھانا کھلانے) کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف دوسرے دنوں کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ متعدد تابعین کے علاوہ امامانِ فقہ مالک و شافعی کا قول ہے کہ صاحبِ استطاعت ایک مسکین کا فدیہ طعام دے سکتے ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے آیت کریمہ: "وعلی الذین یطیقو نه فدیة طعام مسکین" سے استنباط کیا ہے۔ حضرت شاہؒ نے اس پر خوب غور کرنے کا مشورہ بھی دیا ہے: "فتامل حق التامل"...

۔ حضرت شاہؒ کے مذکورہ بالا نسخہ کی جلد سوم ورق: ۸ ب، "بـاب تسـمیة من سـمی من اهل البد رفی الجامع، میں (۴۵) بدری صحابہ کے نام گنائے گئے ہیں۔ ان میں سے جو چوالیسواں نام حضرت عتبہ بن مسعود الہذلیؓ کا ہے۔ حضرت شاہؒ نے ان کے نام کا ذکر یہاں غلط بتایا ہے کہ وہ بدری نہ تھے۔ حضرت شاہؒ نے یہ نقد امام بخاری کی فہرست صحابہ کے حوالے سے کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ ان کا ذکر کہیں نہیں ملا بلکہ تمام مغازی نویسوں نے ان کو بدریوں میں شمار نہیں کیا۔ نسفی کی روایت بخاری میں ان کا نام ساقط ہے اور اسماعیلی نے بھی ان کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی ابو نعیم نے اپنے مستخرج میں کیا ہے۔ اور یہی معتمد/قابلِ اعتماد بات ہے۔ حافظ موصوف نے آخر میں یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ امام بخاری نے صرف چوالیس بدری صحابہ کی فہرست بنائی ہے۔ لیکن وہ کامل و جامع نہیں ہے۔ ابن اسحاق، ضیاء الدین مقدسی اور ابن سید الناس وغیرہ نے قبائل کے مطابق تین سو تیرہ صحابہ کی فہرست دی ہے۔ (فتح الباری ۷/ ۳۰۷-۳۰۹

واللہ اعلم، بعض شارح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلطی امام بخاری سے زیادہ کسی راوی کی ہے! اس طرح وہ اختلاف نسخ کا معاملہ قرار پاتا ہے۔ حضرت شاہؒ کے نسخۂ بخاری میں ترتیب صحابہ بھی مختلف ہے۔ جدید ترین طباعت میں حضرت عتبہ بن مسعود ہذلی کا نمبر چوالیسواں نہیں بلکہ بائیسواں ہے۔ پوری ترتیب صحابہ مختلف ہے۔ ان کے علاوہ ایک اور اختلاف بھی ہے۔ حضرت شاہؒ کے نسخہ میں پینتالیس اسماء گرامی ہیں اور فہرست فتح الباری/ بخاری میں صرف چوالیس ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے بیان کیا ہے۔ لیکن یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں)۔

غالباً اس باب میں حضرت حافظ ابن حجرؒ اور دوسرے نسخہ بخاریؒ کے بیان کرنے والوں دونوں سے غلطی ہوئی ہے۔ فتح الباری میں چوالیس نہیں چھیالیس اسماء گرامی ہیں۔ حضرت حافظ نے "ظهير بن رافع الانصاری و اخوه" کو ایک شمار کیا ہے۔ اور اسی طرح "معوذ بن عفراء و اخوه" کو ایک شمار کیا ہے جبکہ دونوں جگہ وہ دو دو ہیں۔ اس طرح کل تعداد بدری صحابہ اس جامع بخاری میں چھیالیس بن جاتی ہے لہٰذا حضرت حافظ کا یہ بیان "قلت :فجملة من ذكر من اهل بدر هنا اربعة و اربعون رجلا" غلط ہے۔

اسی طرح نسخۂ شاہ میں بھی چھیالیس اسماء گرامی ہیں۔ گننے والے نے حضرت ظہیر بن رافع انصاری کے بھائی (واخوہ) کا نمبر تو الگ شمار کیا مگر حضرت معوذ بن عفراء کے بھائی (واخوہ) کو الگ شمار نہیں کیا۔ ایک اور غلطی یہ در آئی کہ اس فہرست میں حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلیؓ کا نمبر شمار رہ گیا۔ اس لیے وہ صرف ۴۵ نام بن سکے۔ حالانکہ اس فہرست میں بھی کل چھیالیس نام ہیں۔ اس قسم کے تسامحات کا باب بہت وسیع ہے اور امام بخاری بھی اس سے محفوظ نہیں۔

امام بخاری پر دوسرے متعدد استدراکات حضرت شاہؒ ملتے ہیں جو کتاب حجت وغیرہ میں ہیں۔ حواشی بخاری میں قلت کلام یا اختصار حاشیہ کے سبب تنقیدات ذرا کم ہیں۔ لیکن ان میں طرق الحدیث اور دوسری کتب حدیث سے دوسرا نقطہ نظر پیش کرنے کے واقعہ کو شامل کر لیا جائے تو تنقیدات حضرت شاہ کی تعداد یہاں بھی کافی ہو جاتی ہے۔ بہر حال

اصل مسئلہ تعداد کی قلت وکثرت کا نہیں۔ صرف نقد شاہ کی واقعیت کا ہے کہ اس کی زد سے
امام بخاری بھی محفوظ نہیں ہیں۔

امام بخاری اور امام ابن اسحاق کی تائید کی جہت:

حدیث وسیرت دونوں کا تعلق لازم وملزوم یا توأم علوم کا ہے۔ ابتدا میں سیرت
نبوی حدیث ہی کا ایک جزو تھی۔ لیکن فنی اختصاص کے ساتھ ساتھ دونوں کا ارتقاء ہوتا رہا تو
دونوں کے مخصوص دائرے ضرور بن گئے تاہم ان کا باہمی ارتباط کبھی نہ ٹوٹا۔ سیرت نگاری کے
فن میں جن اہل علم نے حدیث سے ناطہ توڑا ان کے ہاں جھول آگیا اور صرف حدیثی مواد پر
انحصار کرنے والوں کے ہاں فنی خلا اور معلوماتی فقدان در آیا۔ حدیث کی روایات میں روایتی
ودرایتی معیار بلاشبہ سخت اور بلند تر رہا کہ اس سے دینی عقیدہ وعمل وابستہ ہے مگر محققین سیرت
نگاروں نے بھی روایت ودرایت کا ایک بلند اور تنقیدی معیار قائم کیا جس میں صحت وعلم
دونوں ہیں۔ متعدد اہل حدیث اور اہل سیرت نے بالخصوص اول الذکر نے تمام موادِ سیرت کو
دریا برد کرنے کا بیڑا اٹھایا اور ہنگامہ برپا کر دیا محض اس بنا پر کہ موادِ سیرت میں معیارِ نقد
حدیث کی طرح بلند نہیں لیکن وہ محققین سیرت کا معیار نقد واصولِ اجماع کو بھول گئے حافظ
مغلطائی جیسے محققین نے اجماع اہل سیرت کے ساتھ ساتھ صحیح تر روایات سیرت کو نہ صرف
قبول کرنے کی بلکہ ترجیح دینے کی بات بجا طور سے کہی ہے۔ خود محدثین کرام نے امامانِ
سیرت عروۃ بن زبیر، امام زہری، ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ وغیرہ سے۔ اپنی صحاح وجوامع
میں استفادہ کیا ہے اور امام بخاری کی کتاب المغازی میں تو ان پر خاصا انحصار ملتا ہے۔ جو ان
کی تائید وثقاہت دونوں کے ثبوت فراہم کرتا ہے۔ خاکسار راقم نے اس موضوع پر کئی
مقالات پیش کیے ہیں اور کتابیں لکھی ہیں۔ (وحی حدیث کے متعلقہ مباحث کے علاوہ ملاحظہ ہو: مصادر
سیرت نبوی کا مقدمہ؛ شاہ ولی اللہ دہلوی کا رسالہ سیرت اتم۔ مقالات ۲۰۰۶ء کا مقدمہ بالخصوص؛ حضرت عروہ
اموی اور امام بخاری، تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جنوری-مارچ ۲۰۰۱ء؛ سیرت نگاری کا صحیح منہج: مذکورہ بالا ماکتوبہ

دسمبر ۲۰۰۱ء، نبوی بعثت قبل اور حضرت ابوسفیان بصری ماہنامہ علی مارچ ۲۰۰۲ء وغیرہ دیگر مقالات ۱۔

حواشی بخاری کے حوالے سے حضرت شاہ نے ابن اسحاق کی روایات کی تائید

بخاری پر ایک نادر حاشیہ لکھا ہے۔ باب قصة زمزم و جهل العرب کے بارے میں حضرت شاہؒ نے لکھا ہے کہ شارحین اور دوسرے اہل علم اس کے مطالب سمجھنے میں بہت سرگرداں ہوئے اور وہ حضرت امام کے باب کا مقصد نہیں سمجھ سکے۔ اس عبد ضعیف کو یہ توفیق ملی کہ اس کی توضیح کرے۔ دراصل امام بخاریؒ نے ان قصوں کی طرف اشارہ کیا ہے جن پر امام محمد بن اسحاق نے اپنی سیرت میں بہت کلام کیا ہے اور صحیح احادیث سے ان میں سے ہر ایک کے بارے میں شاہد ملتا ہے جو شرطِ بخاری کے مطابق ہے۔ مثلاً ابن اسحاق نے یمن کے حمیری تبع کا قصہ بیان کیا تو امام بخاری نے اس کا حدیث صحیح سے شاہد پیش کر دیا جو ذکرِ قحطان پر مشتمل ہے۔ عرب جاہلی کے حلف الفضول اور دوسرے معاہدات کا ذکر ابن اسحاق نے کیا تو بخاری نے دعویٰ جاہلیت کی ممانعت کرنے والی احادیث سے ان کی طرف اشارہ کیا۔ مکہ پر خزاعہ کے تسلط کا ذکر ابن اسحاق نے کیا کہ انھوں نے جرہم کو کس طرح نکال کر اپنا قبضہ جمایا تھا تو بخاری نے اس کا عمرو بن لحی اور سوائب کے قصہ پر مبنی حدیث میں شاہد تلاش کیا۔ ابن اسحاق نے عبدالمطلب کے چاہ زمزم کے کھودنے کا قصہ بیان کیا تو امام بخاری نے حضرت ابوذر غفاریؓ کے قبول اسلام کی حدیث میں اس کا شاہد ڈھونڈ نکالا جو یہ ثابت کرتا ہے کہ اوّل بعثت میں زمزم موجود تھا۔ امام دارمی نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب کی جہالت کے بارے میں ایک شخص کے اپنے فرزند کو قتل کرنے کا واقعہ بیان کیا تو امام بخاری نے فرمانِ الٰہی: "قد خسر الذين قتلوا اولادهم الخ" سے اس کا شاہد پیش کیا۔ ابن اسحاق نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام تک بیان کیا اور امام مالک نے اسلام سے اوپر نسب بیان کرنے کو مکروہ قرار دیا تو امام بخاری نے ابن اسحاق کی تائید میں روایات و احادیث بیان کیں اسی طرح ولادت/میلادِ نبوی کے ضمن میں ابن اسحاق نے قصہ

خیل (شہسواروں کا قصہ) اور یمن پر حبش کا استیلا بیان کیا تو امام بخاری صرف سورۂ فیل سے ہی اس کا شاہد لا سکے اور اسی طرح حبشہ کے ذکر میں حدیث یا "بنی ارفدہ" کو شاہد پیش کیا۔ (حواشی، ۱۰۹ اور ما بعد بنسخہ بخاری، ج ۲، ورق ۳۳۶ الف پر اصل عبارت شاہ اور اس کا ترجمہ اردو ملاحظہ ہو)

حضرت شاہؒ نے اس تعلیقہ/حاشیہ میں حدیث و سیرت کے باہمی ارتباط کا ایک سنہری اصول پیش کی ہے۔ جو امام سیرت ابن اسحاق کی تائید امام بخاری سے بھی بلند تر چیز ہے۔ حالانکہ امام سیرت کی روایات کی حدیثی تائید شواہد کی شکل میں پیش کرنا اور وہ بھی حضرت امام بخاریؒ جیسے عظیم المرتبت محدث کے ہاتھوں بجائے خود ایک سند ہے۔ حضرت شاہؒ نے اس حاشیہ میں اپنی حدیث و سیرت کی عبقریت کا بھی ثبوت فراہم کیا ہے اور بتایا ہے کہ دونوں میں باہمی ارتباط کے علاوہ باہمی تائید و توثیق بھی ملتی ہے۔ اب اختلافات کی بات یہ ہے کہ حدیث و سیرت کی بعض روایات و احادیث میں جو ملتے ہیں تو وہ صرف حدیث کی روایات میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جزوی اختلافات کی بنا پر کل مواد سیرت کو نظر انداز کرنا جرم ہے۔ (خاکسار راقم کا مقالہ ملاحظہ ہو: محدثین کرام کی توقیت غزوات کا ایک تجزیہ" تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جنوری تا مارچ ۱۹۹۷ء، نیز شبلی نعمانی، مقدمہ سیرت النبی اول، مسعود احمد صحیح تاریخ الاسلام و المسلمین کا مقدمہ اور اس پر خاکسار کا استدراک)۔

حضرت شاہ پر نقد و استدراک:

نقد و استدراک سے کوئی بشری کاوش محفوظ ہے اور نہ کوئی شخصیت خواہ وہ کتنی عظیم المرتبت ہو۔ حضرت امام بخاری اور دوسرے اماماں حدیث نے متعدد پر نقد و استدراک کیا اور حضرت شاہ نے اپنے جلیل القدر پیشروؤں پر، ~~لہذا~~ خود حضرت شاہؒ اس سے یا اس کی زد سے کیونکر محفوظ دامن رہ سکتے ہیں لہذا ان پر ان کے چھوٹوں نے بھی نقد کیا۔ یہ "چھوٹا منہ بڑی بات" کا معاملہ نہیں ہے بلکہ علمی اور دینی روایت ہے جو حضرات صحابہ کے باہمی استدراک سے آج تک چلی آرہی ہے۔ حضرت شاہؒ کے ان حواشی کے حوالے سے بعض

تنقیدی و استدراکی معروضات اہل علم کے لیے پیش ہیں:

— سفر کے دوران نماز قصر کرنے کے باب میں حضرت شاہؒ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بعض اسفار میں قصر کرنے اور بعض میں نہ کرنے کی بات کہی ہے لیکن ان کی تعیین نہیں کی، نہ اس کا استدلال پیش کیا۔ یہ کہنا کافی نہیں کہ رخصت کا ترک کرنا جائز ہے اور پھر وہ حدیث مکہ مکرمہ میں دوران حج قصر کرنے سے متعلق ہے جبکہ حضرت عثمان و عائشہ اتمام کرتے تھے کہ ان کا گھر وہاں تھا۔ (حواشی بخاری: ۳۰-۳۱؛ فتح الباری متعلقہ کتاب و باب)

— حج بدل کرنے کی روایت میں عورت سائل تھی کہ مرد، حضرت شاہؒ نے مشہور کا سہارا لیا ہے جبکہ وہ دو مختلف واقعات تھے۔ جیسا کہ ایسی متنوع روایات و احادیث کے بارے میں ناقدینِ حدیث کا اصولی موقف ہے۔ خود حضرت شاہؒ اس کے قائل ہیں۔

— نسخ آیاتِ قرآنی کے باب میں حضرت شاہؒ کا موقف واضح ہے کہ وہ نسخ کے قائل نہیں مگر پانچ آیات کا نسخ ماننا ان کی مصلحت بینی پر مبنی ہے۔ ویسے اس حاشیہ میں نسخ کا حوالہ نہیں ہے۔ الفوز الکبیر میں نسخ پر بحث شاہ ملاحظہ ہو۔

— غزوۂ خیبر میں حرمتِ متعہ کا حکم نبوی تسلیم کیا گیا ہے اور غزوۂ اوطاس میں بھی۔ تاویل یہ کی گئی ہے کہ غزوۂ خیبر کے بعد اس کی بوجوہ اجازت دے دی گئی تھی جو غزوۂ اوطاس میں حتمی طور سے منسوخ کر دی گئی۔ اس کی یک اور توجیہ کی جا سکتی ہے کہ اس کی حرمت کا اعلان و اظہار دو دو مواقع پر کیا گیا جس طرح ربا و شراب وغیرہ کی حرمت کا اعلان بار بار کیا گیا۔ (خاکسار راقم کی کتاب: مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء میں اصولی بحث ملاحظہ ہو نیز فتح الباری وغیرہ کی متعلقہ کتب)۔

— قرآن و حدیث کے سات حروف (سبعۃ احرف) پر نزول کا نظریہ حضرت شاہؒ خاصا مبہم اور گومگو کا شکار ہے۔ موجودہ قرأت کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ آخری قرأت پر مبنی و محصور قرار دینے کا خیال خام ہے۔ اس سے صرف ایک قرأت (حرف) کا

خیال آتا ہے جبکہ ساتوں حروف تمام معارضات نبوی میں شامل تھے اور آخری قرأت میں بھی اور حضرت ابوبکر صدیق کا مصحفِ امام اور حضرت عثمانؓ کے مصاحف ان ساتوں پر مبنی ہیں اور آج بھی موجودہ رسم عثمانی میں پائے جاتے ہیں۔ رسم عثمانی کی لازمی قید ان ہی ساتوں حروف پر قرأت کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ (مقالات خاکسار انزل القرآن علی سبعۃ احرف، دراسات دینیہ، علی گڑھ ۱۹۹۰-۱۹۹۱ء؛ کیا مصحف عثمانی صرف ایک قرأت پر مشتمل ہے؟ حدیث نبوی اور تدوین مصاحف عثمانی، السفاء دہلی، مارچ اپریل ۲۰۰۵ء؛ اختلاف قرأت کی احادیث نبوی مقصد و معنی)

— حضرت معاویہؓ سے زیادہ خلافت پر حق حسینؓ بتانے والی روایت شاذ قابل نقد ہے۔ حضرت شاہ نے حق حسین پر کوئی استدلال نہیں کیا۔ یہ حق خلافت کا تصور ہی غیر اسلامی ہے۔ خلافت پر اسی کا حق ہے جس پر امتِ اسلامی کا اجماع اور صحابہ کرام کا اتفاق ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول و معارضہ پر بھی نقد نہیں کیا گیا حالانکہ وہ بھی قابلِ نقد ہے اور اس کا اشارہ ام المومنین حضرت حفصہؓ کے فرمان میں بھی ملتا ہے اور بعد میں موقفِ ابن عمر میں بھی صرف نص قطعی کسی خاص شخص کی خلافت کے لئے ثابت کرتی ہے، دلالۃ النص اور دوسری چیزیں بھی قطعیت نہیں ثابت کر سکتیں کہ وہ قیاس پر مبنی ہوتی ہیں اور قیاس مختلف ہو سکتا ہے اور ہوتا بھی ہے۔

— شام کو خلافت نبوی/اسلامی کی منتقلی پر حاشیہ شاہ بہت صحیح ہے اسلامی روایات کے مطابق البتہ دوسری تحریروں میں وہ ملک و خلافت کی بحث میں الجھ کر خلط ملط کرنے کے مرتکب بن گئے۔ وہ خلافتِ اسلامی کے ادوار کی تعیین میں صحیح روایات اور تاریخی شواہد سے زیادہ خاص قسم کے نظریات کی بھول بھلیوں میں جا نکلنے کے سبب اضطراب میں ہیں۔ (مقالہ تلخیص خاکسار ملاحظہ ہو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا نظریہ [illegible] کی بحث)

— خلافت یزید بن معاویہ اموی سے متعلق حدیث بخاری از ابن عمرؓ کے ضمن میں تمام بدری صحابہ کے حضرت معاویہ کے ساتھ نہ ہونے اور حضرت علیؓ کے ساتھ ہونے

کی روایت بلا جواز ادراج کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں مسئلہ زیر بحث خلافت یزید پر بیعت صحابہ کرام بشمول حضرت ابن عمرؓ کا اتفاق ہے نہ کہ حضرات علی ومعاویہ کا اختلاف اور ان کے معاونین کی کثرت وقلت یا ان کی عظیم المرتبتی۔ حضرت شاہؒ نے خود اس کے باوجود خلافت علی کو غیر منتظمہ وغیر مجتمعہ قرار دیا ہے جیسا کہ ازالۃ الخفاء میں ہے اور خاکسار نے فلسفۂ تاریخ پر اس پر بحث کی ہے۔

حضرت شاہ نے بہرحال ان حواشی میں بڑی عمدہ بحثیں کی ہیں اور دقیق نکات اور نادر تشریحات کی ہیں۔ ان تنقیدات واستدراکات سے ان کی قدر وقیمت نہیں گھٹتی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصل معیار کتاب وسنت کی پیروی ہے۔ شخصی عقیدت اور اکابر پرستی کی ناجائز دولت نہیں۔ بقول امام ابوحنیفہ صحابہ کرام کے بعد تمام برابر ہیں۔ وہ بھی انسان تھے اور ہم بھی رجال ہیں۔ اور سب کو معیار کتاب وسنت پر کسنا ہی اصل معیار صحت وثقاہت ہے۔

حرف آخر

مولانا ڈاکٹر عتیق الرحمٰن قاسمی مدظلہ العالی نے بڑی محنت وجانفشانی سے ان حواشی بخاری کو جمع کیا ہے۔ حضرت شاہؒ کے حواشی کا تعلق وارتباط ثابت کرنے کی خاطر مولانا موصوف کو ابواب اور ان کی متعلقہ احادیث کو بیان کرنا پڑا۔ یہ ان کی مجبوری اور حواشی کی فنی وارتباطی ضرورت تھی۔ اس سے بہرحال تکرار ضرور در آیا لیکن حواشی کو ان کے پس منظر سے کاٹ کر بیان کرنا مشکل تھا اور قاری کے لیے الجھن کا باعث بھی۔ احادیثِ بخاری کا اردو ترجمہ اور حواشی کا اردو ترجمہ بھی کرنا ضروری تھا۔ مولانا موصوف نے بہت سادہ سلیس زبان میں تمام لطافت وفصاحت کے ساتھ ان حواشی بخاری کو پیش کیا ہے۔ پیش کیا گیا ہے حواشی

کے سامنے احادیث بخاری کا آئینہ رکھ دیا ہے جس میں صورت اصلی نظر آتی ہے۔ مولانا موصوف نے ان حواشی کو جمع و مدون کر کے اہل علم کے سامنے ایک آئینہ رکھ دیا ہے جس میں وہ اپنی صورتیں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ حواشی حضرت شاہ مدتوں سے موجود تھے اور متعدد اہل علم کے علم میں بھی تھے لیکن کسی کو ان کو جمع کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ خدمتِ عالی حضرت مولانا سے لینی مقرر کر دی تھی کہ وہ صاحب خانہ بھی ہیں اور صاحب بصیرت بھی۔ ان سے حضرت شاہ کے علم وفن کی خدمت تو بن آئی ہی ہے اس سے بڑھ کر حدیث وسنت کی خدمت بن گئی ہے۔ جو سعادتِ دارین کی ضمانت عطا کرتی ہے۔ سعادتِ دنیا کا ایک زاویہ یہ بھی ہے کہ اہل علم مولانا موصوف کے مرہون منت رہیں گے۔

خاکسار راقم سے مقدمہ نگاری کا تقاضا مولانا موصوف نے محض دوستی نباہنے کی خاطر کیا تھا اور خاکسار نے بھی اس جذبے سے اس کی تعمیل کر دی۔ اصلاً وہ کسی بڑے صاحبِ فن کا کام تھا۔ غالباً مولانا موصوف نے خاکسار کی خدمات ولی اللٰہی سے متاثر ہو کر یا حوصلہ افزائی کے سبب تقاضا فرمایا۔ بہرحال ان کی عنایت سے خون لگا کر خاکسار بھی شہیدوں میں داخل وشامل ہو گیا۔ مقدمہ کے بارے میں صرف یہ عرض کر سکتا ہوں کہ وہ صرف اصل کا ایک تعارف ونمونہ ہے جو حضرت شاہ کے تبحرِ حدیث اور درکِ فنی کو اجاگر کرنے کی اک کوشش ہی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

خادم علم وعلماء
محمد یٰسین مظہر صدیقی
الامین۔ ۶۴۔ احمد نگر علی گڑھ
۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ/۴ اپریل ۲۰۰۷ء

خدابخش لائبریری کا نسخۂ بخاری شریف ــــــ خصوصیت واہمیت

خدابخش لائبریری پٹنہ میں صحیح بخاری شریف کا ایک نہایت اہم قلمی نسخہ محفوظ ہے جس کا ہینڈلسٹ نمبر 442AB اور 443AB اور کیٹلاگ نمبر 133 اور 134 ہے۔ اس نسخے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کئی اہم اور یادگار تحریریں ملتی ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ امام بخاری کو الامام الحجہ اور امیر المومنین فی الحدیث کہتے تھے۔ ان کی جامع صحیح کو غیر معمولی مقام دیتے اور صحاح ستہ میں سب سے زیادہ معتبر و مستند سمجھتے تھے۔ اس کی روایات و رواۃ کو صحیح جانتے اور ان سے استدلال کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ اہم نسخہ مغل بادشاہ شاہ عالم کے دربار میں پہنچا تو وہ نہایت متاثر ہوا اور اس نے اس متبرک نسخے کو مزید زینت بخشنے اور مکمل طور پر محفوظ رکھنے کی خاطر اس پر اعراب لگانے اور مزید نظر ثانی کا حکم صادر فرمایا۔ اس لحاظ سے اس نسخے کی علمی و تاریخی قدر و منزل بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ آیئے اس اہم قلمی نسخے کا تفصیل سے مطالعہ کریں اور حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث اور خاص طور پر بخاری شریف سے ان کی خصوصی دلچسپی کا جائزہ لیں۔

مصححہ نسخہ: جب ہم خدابخش کے اس نسخے کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرت شاہ صاحب کا پڑھایا ہوا نسخہ ہے اور انہیں کی موجودگی اور نگرانی میں اس کی کئی بار تصحیح ہوئی ہے۔ یہ بات ہمیں اس کے ترقیمے کی عبارت سے معلوم ہوتی ہے جو چوتھی جلد کے ورق ۲۷۵/الف پر درج ہے۔ اس کے کاتب حضرت شاہ صاحب کے شاگرد رشید شیخ محمد بن پیر محمد الہ آبادی ہیں جنہوں نے ۶/شعبان المعظم

۱۱۵۹ھ میں اس کی کتابت مکمل کی اور خود اس نسخے کو اپنے استاد محترم سے پڑھ کر اجازت حدیث حاصل کی اور انہیں کی خدمت میں بیٹھ کر کئی بار اس کی تصحیح کی۔ ترقیمہ کی عبارت ملاحظہ ہو؟

"تم الكتاب الجامع للامام الحافظ مقتداى اهل الحديث ابى عبدالله محمد بن اسمٰعيل بن ابراهيم بن المغيرة الجعفى البخارى فى المسجد الجامع الفيروزى على ساحل نهر الجون فى محروسة الدهلى يوم الاربعاء سادس شعبان المعظم فى سنة ١١٥٩ھ التاسع و خمسين بعد مائة والف من الهجرة النبوية على صاحبها الف الف الصلوٰة و التحية بيد احقر العباد شيخ محمد بن شيخ پير محمد بن شيخ ابوالفتح العمرى البلكرامى ثم الالٰه آبادى مع قراته من الاول الى الاخر و تصحيحه مرة بعد اخرىٰ فى خدمة قدوة علماء الزمان واسوة اولياء الاوان المتصف بالشيخ فى قومه كالنبى فى امته والمنعوت باولئك الذين هداهم الله فبهداهم اقتده صاحب الخلق المحمدى والفيض السرمدى الشيخ ولى الله العمرى لازال ظلال نواله علينا ظليلا وسبحات افضاله فينا سبيلا وصلى الله على محمد الذى ختم به الرسالة و على خلفائه

الراشدین وسائر الصحابة والتابعین وشیوخ
المحدثین والحمد لله رب العالمین۔

اس کی کتابت کرنے اور شاہ صاحب سے پڑھنے کے دوسرے ثبوت کے سلسلے میں یہ کہ شیخ محمد بن شیخ پیر محمد الہ آبادی کی مزید دو جگہ ایسی تحریریں ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اس نسخے کو خود لکھا اور پھر شاہ صاحب سے اس کو پڑھا ہے۔ وہ تحریریں یہ ہیں:

(۱) امام بخاری نے حضرت موسیٰ کے متعلق درج ذیل آیات ایک باب کے تحت نقل کی ہیں اور باب اس طرح باندھا ہے۔

باب قول الله عزوجل واذكر في الكتاب موسى
انه كان مخلصاً الى قوله نجيا۔

شیخ محمد الہ آبادی نے لفظ باب کے نیچے حاشیہ میں لکھا ہے:

لفظ الباب ليس في نسخة ابي ذر لكن قرأت عن
الشيخ لهذا كتبت (جلد ۲ ورق ۳۱۹ الف)۔ یعنی لفظ باب ابوذر کے
نسخہ میں نہیں ہے لیکن میں نے شیخ سے اسی طرح پڑھا اس لیے لکھ دیا۔

(۲) اس کے بعد ایک دوسرا باب ملتا ہے جو حضرت موسیٰ ہی کے متعلق ہے۔ وہ یہ ہے باب قوله الله عزوجل۔ وهل اتاك حديث موسى اذرای ناراً الى
قوله بالواد المقدس الطوى۔

شیخ محمد الہ آبادی نے اس کے حاشیہ میں لفظ باب کے ذیل میں لکھا ہے۔ ليس في نسخة ابي ذر ولكن قرأت عن الشيخ (جلد ۲ ورق ۳۱۹ الف)۔ یعنی ابوذر کے نسخہ میں لفظ باب نہیں ہے لیکن میں نے شیخ سے اسی طرح پڑھا۔

تعداد قرأت: حضرت شاہ صاحب نے اس نسخے کا پہلا حصہ ۱۷۸ مجلس میں پڑھایا جس کا ثبوت یہ ہے کہ دوسری جلد کے آخر میں شیخ محمد الہ آبادی کے قلم سے لکھا ہے تم

النصف الاوّل من صحیح البخاری یعنی صحیح بخاری کا نصف اوّل ختم ہو گیا۔ پھر اس کے نیچے درج ذیل عبارت لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ۸۷ نشستوں (مجالس) میں اس حصہ کو پڑھا۔ عبارت یہ ہے۔ قرأت فی ۸۷ امجالس۔

لیکن یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی کتابت کب شروع ہوئی اور حضرت شاہ صاحب کتنے دنوں تک اس کی تدریس وتصحیح میں مصروف رہے۔ اس کا جواب ہمیں پہلی جلد کے ایک حاشیہ کے سال کتابت سے ملتا ہے، جو شیخ محمد بن پیر محمد ی کا لکھا ہوا ہے اور جس کے آخر میں اس کا سال کتابت ۱۱۵۷ درج ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلی جلد کی کتابت دو سال قبل ہو چکی تھی اور حضرت شاہ صاحب نے اسی وقت سے اس کا درس دینا شروع کر دیا تھا۔ اور جیسے جیسے بقیہ جلدوں کی کتابت ہوتی گئی آپ انہیں پڑھاتے چلے گئے اور ان کی عبارتوں کی تصحیح فرماتے رہے۔ آپ جانتے ہیں کہ کسی محترم استاد کا پڑھایا ہوا نسخہ خود معتبر ہو جاتا ہے اور اس کی علمی وتحقیقی قدر وقیمت کافی بڑھ جاتی ہے، چہ جائیکہ وہ تصحیح شدہ نسخہ ہو تو اس کے علمی وتحقیقی مقام ومرتبہ کا کیا کہنا۔ اس روشنی میں جب ہم مذکورہ نسخے پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ مستند ترین نسخہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب صحیح بخاری کو اہم ترین کتاب حدیث سمجھتے تھے جبھی تو مسلسل دو سال تک اس کی تدریس وتصحیح میں مشغول رہے، اور بڑے اہتمام اور انتہائی ذوق وشوق سے یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

شاہ عالم کا حکم اعراب: اس نسخے کی دوسری اہم خوبی یہ ہے کہ یہ نسخہ شاہ عالم بادشاہ (۱۱۷۳-۱۲۲۱ھ) کی نظر سے گزر چکا ہے۔ اور جب اسے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس سے درس دیا ہے اور اپنی موجودگی ونگرانی میں اس کی تصحیح فرمائی ہے تو اس سے وہ بے حد متاثر ہوا اور حضرت شاہ صاحب کی خدمت حدیث کو زیادہ مستحکم اور صحت مند بنانے کی خاطر اس نے اس کی تمام عبارتوں پر اعراب لگانے اور مزید نظر ثانی کا

حکم صادر کیا۔ تاکہ مستقبل کے طلباء حدیث، صحت کتابت اور صحت اعراب کے لحاظ سے اس کو معیاری اور مستند ترین نسخہ سمجھیں، اور اختلاف نسخ کی صورت میں اس کی طرف رجوع کرسکیں۔ یہ تاریخی بات ہمیں چوتھی جلد کے آخری ورق (۲۷۵ الف) کے حاشیہ والی عبارت سے معلوم ہوتی ہے۔ جو یہ ہے:

"بحمد اللہ وسبحانہ تصحیح و اعراب صحیح بخاری بحکم اقدس حضرت شاہ عالم بادشاہ خلد اللہ ملکہ وسلطانہ وافاض علی العٰلمین برہ واحسانہ در سنہ یک ہزار و یک صد و ہشتاد و چہار ہجری۔ فقیر محمد ناصح عفی اللہ از اوّل کتاب تا آخر از نسخ مصححہ باتمام رسانید۔

اس تحریر کے کاتب شیخ محمد ناصح ہیں۔ جنہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ اعراب و تصحیح ثانی کا کام شاہ عالم بادشاہ کے حکم سے ۲۲ ربیع الاوّل ۱۱۸۴ھ میں انجام پایا۔ جو دوسرے تصحیح شدہ نسخے کی مدد سے کیا گیا۔

اجازت نامہ: اس نسخے کی تیسری اہم خوبی یہ ہے کہ ختم بخاری کے بعد ایک اجازت نامہ ملتا ہے جو حضرت شاہ صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ ورق ۲۷۵ ب تا ورق ۲۷۹ الف (چار اوراق) پر مشتمل ہے۔ یہ ایک تفصیلی اجازت نامہ ہے جو حضرت شاہ صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر اپنے شاگرد اور اس نسخے کے کاتب شیخ محمد بن شیخ پیر محمد الہ آبادی کو عنایت کیا ہے۔ یہ ۲۳ رشوال ۱۱۵۹ھ کو لکھا گیا ہے۔ یہ اجازت نامہ کئی لحاظ سے ہمارے لیے نہایت قیمتی ہے۔ ایک تو یہ کہ بخاری شریف کے کچھ حصہ (کتاب المواقیت اور کتاب الہبہ کے کچھ اجزا) کو چھوڑ کر بقیہ پوری کتاب حضرت شاہ صاحب نے پڑھائی اور اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔ دوسرے یہ کہ بخاری شریف اور صحاح ستہ کے علاوہ بقیہ کتابیں مسند دارمی، مشکوٰۃ اور موطا امام مالک کے کچھ اجزا بھی پڑھائے ہیں اور ان کے پڑھانے کی اجازت دی ہے۔ تیسری بات یہ کہ حضرت شاہ صاحب نے مکہ معظمہ اور مدینہ

منورہ کے جن اساتذۂ حدیث سے احادیث پڑھی تھیں ان کے نام اس اجازت نامے میں درج کر دیے ہیں اور یہ سلسلہ امام بخاری تک پہنچا دیا ہے، جس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ہندوستان میں جو سلسلہ حدیث حضرت شاہ صاحب سے شروع ہوتا ہے وہ عہد صحابہ پر منتج ہوتا ہے اور یہ تاریخی لحاظ سے نہایت اہم بات ہے۔ چوتھی اہم بات یہ ہے کہ اس اجازت نامہ میں حضرت شاہ صاحب نے اپنے بارے میں "الصوفی طریقة الحنفی عملاً الحنفی والشافعی تدریساً" لکھا ہے۔ جس سے بقول شاہ صاحب معلوم ہوتا ہے کہ وہ طریقۃً صوفی، مسلکاً حنفی اور مدرساً حنفی وشافعی تھے۔ پانچویں اہم بات یہ ہے کہ اس اجازت نامہ میں انھوں نے امام بخاری کو الامام الحجہ اور امیر المومنین فی الحدیث کہا ہے۔ اب آپ حضرت شاہ صاحب کی اصل تحریر ملاحظہ کیجئے:

اما بعد فان اخانافی الله عزوجل الفاضل الصالح الشیخ محمد بن شیخ پیر محمد بن شیخ ابی الفتح العمری نسباً البلکرامی اصلاً والا لہ آبادی مولداً ومنشأً، قرأ علّی الجامع الصاحیح المسند تصنیف الامام الحجة امیر المومنین فی الحدیث ابی عبدالله محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمه الله علیه جمیعه الانوتا وهومن کتاب المواقیت الی باب کیف یقبض العبد والمتاع من کتاب الهبة فانه سمع علّی بقرأة خواجه محمد امین وقرأ علی ایضا اطرافامن سائر الکتب الستة و من موطأ الامام مالك بن انس ومن مسند الحافظ ابی محمد عبدالله بن عبدالرحمن الدارمی ومن

مشکوٰۃ المصابیح فاجزت له ان یروی عنی هذه
الکتب کلها و کذالك اجزت له ان یروی عنی
کل ماصح عنده انه من مروياتی بشرط الروایة
المعتبرة عند اهل هذا الشان.....

یہ اجازت نامہ طویل ہے اس لیے درمیان کی عبارتوں کو حذف کیا جاتا ہے
اس کا صرف آخری حصہ پیش کیا جاتا ہے جو نہایت اہم اور قابل ذکر ہے۔
اس حصہ میں حضرت شاہ صاحب نے اپنے آپ کو حنفی لکھا ہے۔ وہ یہ ہے:

قال ذالك بلسانه و کتبه بیده الفقیر الی رحمة الله
الکریم الودود ولی الله احمد بن عبدالرحیم بن
وجیه الدین بن معظم بن منصور بن احمد بن
محمود عفی الله عنه وعنهم اجمعین والحقه و
ایاهم باسلافه الصالحین العمری نسباً الدهلوی
وطناً الاشعری عقیدةً والصوفی طریقةً الحنفی
عملاً والحنفی والشافعی تدریساً خادم التفسیر
والحدیث والفقه والعربیة والکلام۔ وله فی کل
ذالك تصانیف ۔ الحمدلله اولا وآخرا وظاهرا
وباطناً ذی الجلال والاکرام۔ کان ذالك لیوم
الثلثاء الثالث والعشرین من الشوال سنة ۱۱۵۹ھ۔

دوسرا اجازت نامہ: مذکورہ اجازت نامہ کے بعد احادیث مسلسلات کا ایک مجموعہ نقل کیا گیا ہے جو الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین صلی الله علیه وسلم کے نام سے ہے۔ یہ ورق ۳۸۶ ب تا ۴۰۴

الف (۱۸ اوراق) پر مشتمل ہے اور یہ دراصل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تالیف ہے اس کے کاتب وہی شیخ محمد بن پیر محمد ہیں جنہوں نے پورا نسخہ بخاری نقل کیا ہے۔ ختم بخاری کے بعد حضرت شاہ صاحب نے اس مجموعہ احادیث مسلسلات کا بھی درس دیا ہے اور پھر اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔ یہ اجازت نامہ بھی ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو یہ ہے:

الحمد الله قد قرأ علىٰ هذه الرسالة كلها صاحب النسخة اخونا الصالح الشيخ محمد احسن الله تعالىٰ واصلح حاله فاجزت له روايتها عنى على ان فيها بعض شئى من الخلل فى ضبط الاسماء لاسيما فى اسماء المغاربة لم تتفرغ لتصحيحها ساعتنا هذه، عسى ان يتيسر لنا ذالك فى الزمان المستقبل۔ كتب هذه السطور مؤلفها الفقير ولى الله عفى الله عنه فى اوائل محرم سنة ١١٦٠ آخر ساعة من يوم الجمعة والحمدلله اولاً وآخراً و ظاهراً وباطناً۔

یہ مجموعہ احادیث مسلسلات گرچہ مطبع اختر ہند سہارنپور سے بہت قبل چھپ گیا ہے، لیکن قدیم ترین قلمی نسخہ ہونے کی وجہ سے اس اجازت نامے کی افادیت واہمیت مسلم ہے۔ اس ترقیمہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ختم بخاری کے تین ماہ کے بعد نقل کیا گیا ہے۔ اور اس کی اجازت علیحدہ سے دی گئی ہے۔

تحقیقات احادیث بخاری شریف: مذکورہ خوبیوں کے علاوہ اس نسخے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں تقریباً دو سو سے زائد حواشی ملتے ہیں۔ جو اکابر علمائے

حدیث کے حوالے سے ہیں لیکن صرف حضرت شاہ صاحب کی تحقیقات ۶ بہتر ہیں جن میں احادیث، رجال، الفاظ حدیث اور اعراب حدیث کے سلسلے میں اہم تحقیقات پیش کی گئی ہیں۔ ان حواشی میں بعض الفاظ حدیث کی لغوی تشریح کی گئی ہے۔ کہیں الفاظ حدیث کی وضاحت کی گئی ہے، کہیں الفاظ کے صحیح اعراب بتائے گئے ہیں، کہیں رواۃ کے اختلاف بیان کیے گئے ہیں اور صحیح راوی کی نشاندہی کی گئی ہے۔ کہیں اختلافی احادیث کے ذیل میں فقہاء اسلام کے مسالک تحریر کیے گئے ہیں۔ بعض حواشی مختصر ہیں بعض طویل ہیں، زیادہ تر عربی زبان میں ہیں لیکن دو ایک فارسی زبان میں ہیں۔ یہ تمام حواشی شیخ محمد بن پیر محمد الہ آبادی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں جنہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ کے دوران درس یا اس کے بعد لکھے ہیں۔ کہیں کہیں لکاتبہ لکھا ہے اور اس کے اوپر کچھ تحقیقات پیش کی گئی ہیں، جو بلا شبہ شیخ محمد کی تحقیقات کہی جائیں گی۔ ان تمام حواشی کے آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ کے نام بڑے احترام کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں۔ مثلاً کہیں "من فوائد الشیخ المحدث دام فضله و ظله علینا" لکھا ہے تو کہیں "من الشیخ المحدث ولی الله سلمه الله" تحریر کیا ہے۔ کہیں "شیخ المحدثین سلمه الله" ہے تو کہیں "شیخ المحدث سلمه الله"۔ یہ حواشی اس نسخے کے چاروں جلدوں میں جا بجا لکھے ہوئے ہیں۔ ان اوراق کے بعد اطراف حدیث کا حصہ شروع ہوتا ہے جو ۳۷۹ ب تا ۳۸۵ ب (سات اوراق) پر مشتمل ہے۔ اس کے کاتب شیخ محمد بن پیر محمد ہی ہیں۔ یہ حصہ بھی افادات شاہ ولی اللہ سے تعلق رکھتا ہے جس میں ایک جگہ صراحت کے ساتھ "سمعت عن الشیخ المحدث" لکھا ہے۔ اس حصے میں صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند دارمی اور مؤطا امام مالک کی مختلف احادیث ڈیڑھ دو اوراق میں نقل کی گئی ہیں اور جا بجا شاہ صاحب کی تحقیقات پیش کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس نسخے میں رسالہ احادیث مسلسلات نقل کیا گیا ہے جس کے ذیل میں پانچ مقامات پر تحقیقی حواشی ملتے ہیں جو حضرت شاہ صاحب کے

نام کی صراحت کے ساتھ ہیں۔

یہ تمام تحقیقات علم وفن کے لحاظ سے نہایت اہم اور قیمتی ہیں اور طالبان حدیث کے لیے نادر معلومات کا درجہ رکھتی ہیں، جو صحیح بخاری کی مرویات اور رواۃ سے متعلق ہیں۔ ان حواشی کے مطالعہ سے حضرت شاہ صاحب کی فکری گیرائی، احادیث نبوی سے غیر معمولی وابستگی، اور صحیح بخاری سے بھرپور دلچسپی ظاہر ہوتی ہے۔ فن حدیث میں ان کے اعلیٰ تنقیدی شعور کا سراغ ملتا ہے۔ اکثر مقامات پر ان کی مجتہدانہ شان نظر آتی ہے۔ اس کتاب کے اگلے صفحات میں یہی تحقیقات پیش کی جارہی ہیں۔

فہرست ابواب جن کے تحت حضرت شاہ ولی اللہ کی تحقیقات ملتی ہیں

صحیح البخاری جلد اوّل HL. No. 442A

۱- باب کیف کان بدأ الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۷

۲- کتاب الایمان ۵۰

۳- کتاب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۵۳

۴- باب الوضوء من النوم ۵۵

۵- باب ماجاء فی غسل البول ۵۷

۶- باب غسل الدم ۵۹

۷- باب من بدأ بالحلاب او الطیب عند الغسل ۶۰

۸- کتاب التیمم ۶۲

۹- باب اذا دخل بیتا یصلی حیث شاء او حیث امرولا یتجسس ۶۷

۱۰- باب ایجاب التکبیر و افتتاح الصلوٰۃ ۶۳

۱۱- باب لا یفرق بین اثنین یوم الجمعۃ ۶۹

۱۲- باب تقصر اذا خرج من موضعہ ۷۳

۱۳- باب من تحدث بعد الرکعتین ولم یضطجع ۷۴

۱۴- باب صلوٰۃ النوافل جماعۃ ذکرہ انس و عائشۃ عن النبی صلعم ۷۶

۱۵- باب مایکرہ من النیاحۃ علی المیت ۷۷

۱۶- باب من احب الدفن فی الارض المقدسۃ اونحوھا ۸۲

۱۷- باب المیت یعرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ۸۵

۱۸- باب ماقیل فی اولاد المشرکین ۸۷

۱۹- باب ماادی زکوتہ فلیس بکنز لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس فیما دون خمس اواق صدقۃ ۹۱

۲۰- باب صدقة الصحيح الشحيح لقول الله عزو جل يا ايها الذين آمنو انفقوا مما رزقنا كم ۹۲
۲۱- باب ليس فی مادون خمسة او سق صدقة ۹۸
۲۲- باب قول الله عزوجل وتزودا فان خير الزاد التقوی ۱۰۰
۲۳-باب الوقوف بعرفة ۱۰۱
۲۴- باب من اشتری هدية من الطريق وقلدها ۱۰۲
۲۵- باب يفعل بالعمرة مايفعل بالحج ۱۰۳
۲۶- باب من قال ليس علی المحصربدل ۱۰۷
۲۷- باب حج المرأة عن الرجل ۱۰۸
۲۸- باب اجود ماكان النبی صلی الله عليه وسلم يكون فی رمضان ۱۱۰
۲۹- باب قول النبی لانكتب ولا نحسب ۱۱۲
۳۰- باب السواك الرطب و اليابس للصائم ۱۱۵
۳۱- باب متی يقضی قضاء رمضان ۱۱۷
۳۲-باب مايذكر من صوم النبی صلی الله عليه وسلم وافطاره ۱۲۰

صحيح البخاری جلددوم HL. No. 442B

۳۳- باب شراء الابل الهيم اوالاجرب الهائم الخالف للقصد فی كل شئی ۱۲۲
۳۴- دوسری تحقيق ۱۲۵
۳۵ - باب التجارة فی مايكره لبسه للرجال و النساء ۱۲۶
۳۶- باب اذا اشتری متاعاً اودابة فوضعه عندالبائع اومات قبل ان يقبض ۱۲۸
۳۷- باب بيع الزانی وقال شريح ان شاءردمن الزنا ۱۳۰
۳۸- باب النهی عن تلقی الركبان و بيعه مردودلان صاحبه عاص آثم اذاكان عالماً وهو خداع فی البيع والخداع لايجوز ۱۳۲
۳۹- باب قبض من باع نخلاقد ابرت اوارضاً مزروعة اوباجارة ۱۳۵

٤٠- باب بيع العبد و الحيوان بالحيوان نسيئة ١٣٧

٤١- الخطاء و النسيان في العتاقة و الطلاق و نحوه و لا عتاقه الا لوجه الله عزو جل ١٣٩

٤٢- باب اذا زكي رجل رجلا كفاه ١٤٠

٤٣- باب اذا اشترط في المزارعة اذاشئت اخرجتك ١٤٢

٤٤- باب اذا وقف او اوصى لا قاربه ١٤٥

٤٥- باب بغلة النبي صلى الله عليه وسلم البيضاء ١٤٨

٤٦- باب غزو المرأة في البحر ١٥٠

٤٧- باب السرعة في السير ١٥٢

٤٨- باب كيف ينبذالى اهل العهد ١٥٤

٤٩- باب يزفون النسلان في المشي ١٥٥

٥٠- باب حدثنا اسحاق بن نصر نا عبدالرزاق عن معمر عن همام ١٥٧

٥١- باب قول الله تعالىٰ ووهبنالداؤد و سليمان نعم العبد انه اواب ١٦٠

٥٢- باب حدثنا ابو اليمان اخبر نا شعيب حدثنا ابو الزنادعن عبدالرحمن ١٦١

٥٣- باب قصة زمزم وجهل العرب ١٦٢

٥٤- مناقب ابي بن كعب ١٦٦

صحيح البخاری جلدسوم HL. No. 443A

٥٥- باب دعاء النبي صلى الله عليه وسلم على كفار قريش شيبه و عتبه الخ ١٧٠

٥٦- باب تسمية من سمي من اهل بدر في الجامع ١٧١

٥٧- باب غزوة الخندق وهي الاحزاب ١٧٣

٥٨- غزوة خيبر ١٧٦

٥٩- باب السرية التي قبل نجد ١٧٨

٦٠- باب قوله عزو جل ماننسخ من آية او ننسها نات بخير منها ١٨٠

۶۱- سورۃ بنی اسرائیل ۱۸۲
۶۲- لفظ خطأً کی تفسیر از حضرت ابن عباس ۱۸۲
۶۳- حم الزخرف ۱۸۳
۶۴- باب قوله لیغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وماتا خرالآیة ۱۸۳
۶۵- سورۃ اللیل اذا یغشی ۱۸۵
۶۶- باب ذهاب النساء والصبیان الی العرس ۱۸۶

صحیح البخاری جلدچهارم HL. No. 443B

۶۷- باب تبل الرحم ببلالها ۱۸۹
۶۸ باب الدعاء اذا انتبه من اللیل ۱۹۱
۶۹- باب قول الله عزو جل و اقسموا بالله جهد ایمانهم ۱۹۳
۷۰- باب صاع المدینة و مدالنبی صلی الله علیه وسلم و برکته ۱۹۵
۷۱- باب لعن السارق اذالم یسم ۱۹۶
۷۲- باب القسامة ۱۹۸
۷۳- باب عمود الفسطاس تحت وسادته ۲۰۰
۷۴- باب اذا قال عند قوم شیأً ثم خرج فقال بخلافه ۲۰۲
۷۵- باب قوله و کان عرشه علی الماء وهورب العرش العظیم ۲۰۴
۷۶- باب فی المشیة و الا رادة ۲۰۶

صحیح البخاری جلد اوّل HL.No. 442-A

۱-باب کیف کان بدأالوحی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وقول الله تبارك وتعالیٰ انا اوحینا الیك كما اوحینا الی نوح والنبیین من بعده۔

ترجمہ:-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کب اور کیسے نازل ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ہم نے تم پر وحی اتاری۔ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد دوسرے پیغمبروں پر نازل کی۔

اس باب میں چھ احادیث مذکور ہیں۔ پہلی حدیث اعمال کی نیت پر ہے جو یہ ہے:

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوی الخ۔

ترجمہ:-اعمال نیتوں پر منحصر ہیں۔ ہر شخص کو اس چیز کا اجر ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔ بقیہ پانچ احادیث نزول وحی اور اس کی کیفیات پر ہیں۔ اس سلسلے کی پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا عبدالله بن یوسف قال انا مالك عن هشام بن عروة عن ابیه عائشة رضی الله عنها ان الحارث بن هشام سال رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله کیف یأتیك الوحی قال رسول الله صلی الله علیه وسلم احیاناً یاتینی مثل صلصلة الجرس وهوا شده علی فیفصم عنی و قدوعیت عنه ما قال و احیاناً یتمثل لی الملك رجلاً فیکلمنی فاعی ما یقول قالت عائشة رضی

اللہ عنہا و لقد رأیتہ ینزل علیہ الوحی فی الیوم
الشدید البرد فیفصم عنہ و ان جبینہ لیتفصد عرقاً۔

ترجمہ:۔ ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے مالک نے ہشام بن عروہ کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے والد (عروہ) سے اور انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ حارث بن ہشام نے دریافت کیا یارسول اللہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے۔ فرمایا کبھی تو گھنٹے کی آواز کی مانند اور وہ میری طبیعت پر بہت گراں ہوتا ہے۔ پھر وہ پیغام جب یاد کر لیتا ہوں تو یہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ اور کبھی فرشتہ انسان کی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور جو وہ کہتا ہے اسے یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے کڑاکے کی سردیوں میں آپ پر وحی نازل ہوتے دیکھی۔ جب وحی موقوف ہو جاتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ نکلتا۔

شاہ ولی اللہ کی تحقیق:

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں وحی سے کیا مراد ہے؟ امام بخاری نے سب سے پہلے وحی والی احادیث کیوں ذکر کی ہیں؟ اور اس وحی کو ہم صحیح کیوں تسلیم کرتے ہیں؟ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ان امور کا جواب نہایت عالمانہ انداز میں دیا ہے انہوں نے یہ بحث بدأالوحی کے حاشیہ میں کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان کے نزدیک وحی سے مراد ایک وہ وحی ہے جو اپنی پوری عبارت کے ساتھ محفوظ ہے اور جس کی تلاوت آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سامنے کی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اسے یاد کرایا۔ یعنی قرآن مجید، دوسری وحی وہ ہے جس کی تلاوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سامنے نہیں کی۔ جس کو حدیث کہا جاتا ہے۔ اور جب حدیث

بھی وحی کی ایک قسم قرار پائی تو سب سے پہلے اس کی ابتدائی کیفیات وحالات اس کتاب میں بیان کرنا ضروری تھا۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وحی کی ابتدا کیسے ہوئی؟ کہاں سے آتی تھی؟ اور کس طرح وقوع پذیر ہوتی تھی؟ یہ تمام باتیں ہمیں کیسے معلوم ہوئیں؟ ان سوالات کے جواب بھی حضرت شاہ ولی اللہؒ نے دیئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ تمام معلومات ہمیں مستند ومعتبر علمائے کرام کے ذریعہ معلوم ہوئیں علماء کرام کو صحابۂ کرامؓ سے معلوم ہوئیں اور پھر صحابۂ کرامؓ کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک سے یہ باتیں بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی صحابۂ کرامؓ کو وحی کے تمام امور سے باخبر کیا۔ یہ باتیں خبرِ متواتر سے ثابت ہیں جن میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اب حضرت شاہ صاحب کے خیال کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

معناه عندی ان هذا الوحی المتلو المحفوظ بعبارته وغیر المتلو الذی یقال له الحدیث۔ مماهو مذکور علی السن المسلمین کیف بدأه و من ان جاء ومن ای جهة وقع عندنا عن ثقات العلماء عن الصحابة عن النبی صلی الله علیه وسلم عن ایحاء الله تعالیٰ الیه۔ فساق فی الباب احادیث تدل علیٰ ان ایحاء الله تعالیٰ الیه بهذه الامور امر متواتر بلا شبهة عندنا۔ شیخ المحدثین ولی الله سلمه الله تعالیٰ۔ (جلد ۱، ق ۱ب)

ترجمہ:۔ میرے نزدیک وحی سے مراد ایک وحی وہ ہے جو تلاوت کی جاتی ہے اور جو اپنی پوری عبارت کے ساتھ محفوظ ہے دوسری وحی وہ ہے جس کی

تلاوت نہیں کی جاتی جس کو حدیث کہا جاتا ہے۔ یہ وحی ان میں سے ہے جو ہر خاص و عام مسلمان میں انتہائی معروف ہے۔ وحی کی ابتداء کیسے ہوئی؟ کہاں سے آئی؟ اور کس طرح نازل ہوتی تھی؟ اس کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ تمام باتیں ہمیں مستند و معتبر علماء کے ذریعہ معلوم ہوئیں۔ انہیں صحابہ کرام نے اور پھر صحابہ کرام کو خود آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی معلوم ہوئیں کہ آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی۔ یہ تمام باتیں امر متواتر سے ثابت ہیں۔ جن میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ شیخ المحدثین ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

۲-کتاب الایمان۔ ترجمہ: ایمان کی کتاب

کتاب الوحی کے بعد بخاری شریف کی دوسری کتاب کتاب الایمان کے عنوان سے ہے جس میں مختلف احادیث بیان کی گئی ہیں۔ ان احادیث میں ایمان کی کیفیات حالات اور درجات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کا پہلا باب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس... قول وفعل ویزید و ینقص الخ ہے۔ اس کے بعد ہمیں پہلی حدیث یہ ملتی ہے:

> حدثنا عبیداللہ بن موسی قال اخبرنا حنظلۃ بن ابی سفیان عن عکرمہ بن خالد عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس۔ شھادۃ ان لا الہ الااللہ و ان محمداً رسول اللہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و الحج وصوم رمضان۔

ترجمہ:- ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم کو حنظلہ

تلاوت نہیں کی جاتی جس کو حدیث کہا جاتا ہے۔ یہ وحی ان میں سے ہے جو ہر خاص وعام مسلمان میں انتہائی معروف ہے۔ وحی کی ابتداء کیسے ہوئی؟ کہاں سے آئی؟ اور کس طرح نازل ہوتی تھی؟ اس کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ تمام باتیں ہمیں مستند ومعتبر علماء کے ذریعہ معلوم ہوئیں۔ انہیں صحابہ کرام نے اور پھر صحابہ کرام کو خود آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی معلوم ہوئیں کہ آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی۔ یہ تمام باتیں امر متواتر سے ثابت ہیں۔ جن میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ شیخ المحدثین ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

۲-کتاب الایمان۔ترجمہ: ایمان کی کتاب

کتاب الوحی کے بعد بخاری شریف کی دوسری کتاب کتاب الایمان کے عنوان سے ہے جس میں مختلف احادیث بیان کی گئی ہیں۔ ان احادیث میں ایمان کی کیفیات، حالات اور درجات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کا پہلا باب باب قول النبی صلی الله علیه وسلم بنی الاسلام علی خمس... قول وفعل ویزید و ینقص الخ ہے۔ اس کے بعد ہمیں پہلی حدیث یہ ملتی ہے:

حدثنا عبیدالله بن موسی قال اخبرنا حنظلة بن ابی سفیان عن عکرمه بن خالد عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بنی الاسلام علی خمس۔ شهادة ان لا اله الاالله و ان محمداً رسول الله و اقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة و الحج وصوم رمضان۔

ترجمہ:- ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم کو حنظلہ

لیکن عمل نہیں کرتا اور دوسرا شخص تصدیق و اقرار کے ساتھ عمل بھی کرتا ہے تو دونوں طرح کے آدمی کو مومن کہا جائے گا۔ کیونکہ ایمان قرب الٰہی کا ایک درجہ ہے جو بے عملی کے باوجود ایک مسلمان کے ساتھ رہتا ہے۔ اب حضرت شاہ کا اصل خیال ملاحظہ کیجئے۔ جو کتاب الایمان کے ابتدائی باب کے حاشیہ میں درج ہے۔ قولہ کتاب الایمان الخ:

اضطرب کلام الشراح فی بیان غرض القدماء من المحدثین فی مسئلہ الایمان و ذالک انہم حکموا بان من صدق بقلبہ و اقربلسانہ ولم یعمل عملا فہو مؤمن و حکموا بان الاعمال من الایمان فاشکل علیہم ان الکل لا یوجد بدون الجزء۔ والحق عندی فی ذالک ان الایمان ایمانان۔ ایمان انقیاد فقط ویتفرع علیہ احکام الدنیا و قدنبّہ البخاری علیہ فی باب اذالم یکن الاسلام علی الحقیقۃ۔ و ایمان حقیقۃ ومثلہ کمثل الرجل یقال للرجل الضعیف النحیف انہ رجل وللرجل الجامع للکمالات الانسانیۃ انہ رجل من غیر مجاز و کذالک یقال لمن لہ تصدیق و اقرار فقط انہ مؤمن ولمن جمع معہما العمل الصالح انہ مومن من غیر مجاز و ذالک ان الایمان عبارۃ عن درجۃ من القرب۔ من شیخ المحدثین ولی اللہ سلمہ اللہ۔ (جلد ۱، ق ۴ الف)

ترجمہ:۔ ایمان کے مسئلے میں قدیم محدثین کی غرض کے بیان میں شارحین کا

اختلاف ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف تو ان محدثین کرام کا فیصلہ یہ ہے کہ جو شخص دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتا ہے حالانکہ کوئی عمل نہیں کرتا وہ مؤمن ہے۔اور دوسری طرف ان کا فیصلہ یہ بھی ہے کہ اعمال ایمان کا جزء ہیں ایسی صورت میں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جزء (اعمال) کے بغیر کل (ایمان) کیسے پایا جائے گا۔اس لیے اس سلسلے میں میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں ایک ایمان انقیادی جس پر احکام دنیا متفرع ہوتے ہیں۔اور جس کی طرف امام بخاری نے باب، اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ میں اشارہ کیا ہے۔دوسرے ایمان حقیقی اس کی مثال ایک آدمی جیسی ہے جو لاغر د کمزور ہو یا تندرست اور جامع کمالات ہو دونوں صورت میں اس کو آدمی ہی کہا جاتا ہے۔اس طرح مومن اس کو کہا جائے گا جو صرف دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتا ہو اور اس کو بھی کہا جائے گا جو تصدیق و اقرار کے ساتھ نیک اعمال کرتا ہو۔کیونکہ ایمان قرب الٰہی کا ایک درجہ ہے۔شیخ المحدثین ولی اللہ سلمہ اللہ کا ارشاد:

۲-باب اثم من كذب على النبى صلى الله عليه وسلم ۔ترجمہ: جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کرے اس کے گناہ کا باب:

امام بخاری نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کرنے اور کذب بیانی کرنے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔جس کے تحت پانچ احادیث نقل کی ہیں۔آخری حدیث یہ ہے:

حدثنى موسى نا ابو عوانة عن ابى حصين عن ابى صالح عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم تسموا باسمى ولا تكنوا بكنيتى و من رآنى

فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی و من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

ترجمہ:۔ مجھ سے موسیٰ نے بیان کیا۔ ان سے ابوعوانہ نے ابو حصین کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ ابو صالح سے روایت کرتے ہیں۔ وہ ابو ہریرہ سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ (اپنی اولاد) کا نام میرے نام پر رکھو۔ مگر میری کنیت اختیار نہ کرو۔ اور جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا تو بلاشبہ اس نے مجھے دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔ اور جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ میرے نام پر اپنی اولاد کا نام رکھو لیکن میری کنیت نہ اختیار کرو۔ اس جملے کے تحت حضرت شاہ ولی اللہ کی ایک تحقیق ملتی ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ بعض علمانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ آپ کی کنیت جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک صاحبزادے کا نام محمد ابوالقاسم رکھا تھا۔ اس سلسلے میں ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواباً عرض کیا کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

حضرت شاہ صاحب کی رائے کی اصل عبارت دیکھئے:

کان ذالک النھی مخصوصاً فی زمان حیاتہ و بعضھم یمتع اجتماع الاسم مع کنیۃ ابی القاسم ولکن سمیٰ علی لابنہ محمد المکنی بابی

القاسم قيل له فيه قال قدا ذنت منه صلى الله عليه وسلم في ذالك۔ كذا سمعت عن الشيخ۔

(جلد ا، ق ۱۵ اب)

ترجمہ:- یہ ممانعت کا حکم آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات تک مخصوص تھا۔ بعض علما نے آپ کے نام کے ساتھ آپ کی کنیت جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بیٹے کا نام محمد ابوالقاسم رکھا تھا۔ اس سلسلے میں ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ اسی طرح میں نے شیخ سے سنا۔

۴- باب الوضو من النوم۔ ترجمہ: نیند سے وضو کا باب

یہ باب نیند کے نواقض وضو ہونے کے بیان میں ہے۔ اس باب کے تحت چند احادیث بیان کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے۔

حدثنا عبدالله بن يوسف انا مالك عن هشام عن ابيه عن عائشة اذ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا نعس احد كم وهو يصلي فلير قدحتى يذهب عنه النوم فان احد كم اذا صلى وهو نا عس لايدرى لعله يستغفر فيسب نفسه۔

ترجمہ:- ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ان سے مالک نے ہشام سے روایت کی۔ انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز کی حالت میں اونگھ آئے تو اس کو چاہیے کہ وہ سو جائے۔ یہاں تک کہ نیند ختم ہو جائے کیونکہ اس حالت میں اگر نماز پڑھتا ہے تو وہ نہیں جانتا کہ استغفار کرنے کے بجائے اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کسی شخص پر حالت نماز میں غنودگی طاری ہو تو اس کو نماز پڑھنے کے بجائے سو جانا چاہیے تا کہ نیند کا غلبہ ختم ہو اور پھر جب بیدار ہو تو وضو کر کے اطمینان سے نماز پڑھنی چاہیے۔ اس حدیث سے قبل باب الوضو کے ذیل میں امام بخاری نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان احادیث سے ان علمائے کرام کے مسلک کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ غنودگی یا اونگھ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت شاہ صاحب بھی اس کے قائل ہیں۔ اور نہایت اہم بات فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غنودگی کی حالت میں اس خوف سے کہ غنودگی والے شخص کی زبان سے برے کلمات نہ نکلیں نماز ترک کر کے سو جانے کا حکم صادر فرمایا اس کے برخلاف یہ نہیں فرمایا کہ غنودگی نواقض وضو ہے۔ جس کی بنا پر نماز نہیں ہوگی۔ غور کیجئے کہ آپ نے قریبی علت کو چھوڑ کر علت بعیدہ کا ذکر فرمایا۔ جس سے صاف طور پر اشارہ ملتا ہے کہ علت قریبہ آپ کے نزدیک کوئی علت نہیں ہے۔ اب اصل عربی عبارت پڑھیے۔ اور دیکھئے کہ حضرت شاہ صاحب کیا کہنا چاہتے ہیں۔

وجہ الاستدلال بهذا الحديث لمسئلة الباب ان النبي صلى الله عليه وسلم علل ترك الصلوٰة و الحالة هذه بانه لا يدري لعله يستغفر فيسب نفسه و لم يعلله بانه محدث لا يجوز له الصلوٰة فالعدول

من العلة القريبة الى العلة البعيدة يؤمي الى ان العلة
القريبة ليست بعلة عند المتكلم۔ عن الشيخ
المحدث دام ظله علينا۔ ۱۱۵۸ھ۔

(جلد ۱، ق ۲۵ الف)

ترجمہ:- اس مسئلے میں اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز چھوڑنے کی علت اس غنودگی کی حالت کو قرار دیا
جس میں پہنچ کر نمازی نہیں جانتا کہ اس کی زبان سے برے کلمات نکل
سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف محدث ہونے کی علت قرار نہیں دیا۔ جس کی
وجہ سے نماز نہیں ہوتی پس علت قریبہ سے علت بعیدہ کی طرف رجوع کرنا
اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپؐ کے نزدیک علت قریبہ کوئی علت نہیں
ہے۔ شیخ المحدث دام ظلہ علینا کا ارشاد۔ ۱۱۵۷ھ

۵-باب ماجاء فی غسل البول، ترجمہ:- پیشاب دھونے کے بیان میں:

امام بخاری نے پیشاب دھونے کے سلسلے میں یہ باب قائم کیا ہے۔ اس کے معا
بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا ہے کہ آپؐ نے ایک صاحب قبر کے عذاب کے
بارے میں فرمایا کان لا يستتر من بوله یعنی وہ پیشاب کرتے وقت احتیاط سے کام
نہیں لیتا تھا۔ اس کے بعد مختلف احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا يعقوب بن ابراهيم نا اسمعيل بن ابراهيم
نی روح بن القاسم نی عطاء بن ابی میمونه عن
انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه
وسلم اذا تبرز لحاجة اتيته بماء فيغسل به۔

ترجمہ:- ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے، ان سے اسمٰعیل بن ابراہیم نے،

ان سے روح بن القاسم نے، ان سے عطاء بن ابی میمونہ نے روایت کی کہ انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاجت کے لیے نکلتے تو میں پانی لیکر آتا۔ آپ اس سے پیشاب گاہ دھوتے تھے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کان لا یستتر من بولـــہ کے تحت اپنی ایک تحقیق پیش کی ہے۔ جس میں فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں لا یستبرئ اور بعض میں لا یستـــنزہ کے الفاظ ملتے ہیں۔ اس لیے امام بخاری نے کان لا یستتر کو لا یتحفظ (نہیں بچتا تھا) کے معنی میں لیا ہے۔ تا کہ تمام روایات کے درمیان مطابقت ہو سکے۔ اب اصل عربی عبارت ملاحظہ کیجیے:

وقع فی بعض الروایات لا یستبرئ و فی بعضها لا یستنزہ فحمل البخاری رحمہ اللہ قولہ لا یستتر علی معنی لا یتحفظ ولا یتوقی تجوزاً لیوافق سائر الروایات واستدل بہ عن نجاسۃ بول الانسان دون غیرہ۔ شیخ المحدثین ولی اللہ سلمہ۔

(جلد۱، ق۲۵ب)

ترجمہ:۔ بعض روایات میں لا یستبری اور بعض میں لا یستنزہ مذکور ہے۔ اس لیے امام بخاری نے آپؐ کے قول لا یستتر کو لا یتحفظ ولا یتوقی پر محمول کیا ہے تا کہ تمام روایات کے درمیان مطابقت ہو اس حدیث سے امام بخاری نے انسان کے پیشاب کے نجس ہونے پر استدلال کیا ہے۔ غیر انسان کے پیشاب کی نجاست پر نہیں۔ شیخ المحدثین ولی اللہ سلمہ کا ارشاد۔

۲-باب غسل الدم ۔ترجمہ: خون دھونے کا باب:

امام بخاری نے خون دھونے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ جس میں دو احادیث نقل کی ہیں۔ دوسری حدیث یہ ہے:

حدثنا محمد انا ابو معاویہ ناھشام عن ابیہ عن عائشۃ قالت جاءت فاطمۃ بنت ابی حبیش الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ انی امرأۃ استحاض فلا اطھر افادع الصلوٰۃ۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا انما ذالك عرق و لیس بحیض فاذا اقبلت حیضتك فدعی الصلوٰۃ و اذا ادبرت فاغسلی عنك الدم ثم صلی۔ قال وقال ابی ثم توضای لکل صلوٰۃ حتی یجیئ ذالك الوقت۔

ترجمہ:- ہم سے محمد نے بیان کیا۔ ان سے ابو معاویہ نے اور ان سے ہشام نے اپنے والد سے روایت کی انہوں نے عائشہ سے روایت کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور بولی۔ میں ایسی عورت ہوں جسے استحاضہ ہے اور (کبھی) پاک نہیں ہوتی۔ کیا میں نماز چھوڑ دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں نماز نہ چھوڑو یہ ایک عرق سیال ہے حیض نہیں ہے۔ جب تمہیں حیض شروع ہو تو نماز چھوڑ دو اور جب ختم ہو جائے تو (لگا ہوا) خون دھو ڈالو۔ اور پھر نماز پڑھو۔ ہشام نے کہا کہ میرے والد نے فرمایا۔ پھر ہر نماز کے لیے وضو کرتی رہو یہاں تک کہ پھر حیض کے ایام آ جائیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب نے اس حدیث کے ایک جملہ انماذالك عرق (بلاشبہ یہ ایک عرق سیال ہے) کے ذیل میں اپنی تحقیق پیش کی ہے جس میں فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ اس جملے سے یہ مراد ہو کہ خون جمع ہونے کی جگہیں رگیں ہوتی ہیں۔ جب بدن میں خون زیادہ ہو جاتا ہے تو رگیں پھٹ جاتی ہیں۔ اور ان سے خون بہنے لگتا ہے۔ اس کی مثال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول ہے جس میں آپؐ نے فرمایا اعوذ من عرق بفار۔ حضرت شاہ صاحب کی اصل عبارت یہ ہے:

یحتمل ان یکون المرادمن قوله انماذالك عرق ان العروق اوعية الدم فاذا كثرالدم فی البدن فكان العروق تفطرت وفار عنها الدم ومثله قوله صلی الله عليه وسلم اعوذ من عرق بفار ۔ عن الشيخ المحدث دام ظله علينا۔ (جلد ١، ق ٢٦ ب)

ترجمہ:۔ ممکن ہے آپ کے قول "انما ذالك عرق" (بیشک یہ خون کی ایک رگ ہے) سے مراد یہ ہو کہ رگوں میں خون ہوتا ہے چنانچہ جب بدن میں خون کی کثرت ہو جاتی ہے تو رگیں پھٹ جاتی ہیں اور خون بہنے لگتا ہے۔ اس کی مثال آپ کا وہ قول ہے جس میں آپ نے فرمایا میں ایسی رگ سے پناہ مانگتا ہوں جو پھٹ کر خون بہائے۔ شیخ الحدیث دام ظلہ علینا کا ارشاد۔

۷- باب من بداء بالحلاب او الطیب عندالغسل۔ ترجمہ: غسل کرتے وقت حلاب یا خوشبو سے ابتدا کرنا۔

امام بخاری نے یہ باب غسل کرتے وقت خوشبو استعمال کرنے کے سلسلے میں

باندھا ہے۔ اس باب کے تحت صرف ایک حدیث درج ہے جو یہ ہے:

حدثنی محمد بن المثنی نا ابو عاصم عن حنظلة عن القاسم عن عائشة رضی الله عنها قالت کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا اغتسل من الجنابة دعا بشیء نحو الحلاب فاخذ بکفیه فبدأ بشق راسه الایمن ثم الا یسر فقال بهما علی وسط راسه۔

ترجمہ:- مجھ سے محمد بن مثنی نے بیان کیا۔ ان سے ابو عاصم نے ان سے حنظلہ نے ان سے القاسم نے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کے وقت کوئی چیز حلاب کی طرح کی منگاتے (ایک قسم کی خوشبو) اور اسے اپنی ہتھیلیوں میں لیکر پہلے سر کے دائیں حصے سے ابتدا کرتے پھر بائیں میں پھر دونوں ہاتھ سے اپنے سر کے درمیان رگڑتے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں ایک لفظ "الحلاب" مذکور ہے۔ جو خوشبو کی ایک قسم ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس لفظ کی تحقیق بڑے عالمانہ انداز میں کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں حلاب اس برتن کو کہا جاتا ہے جس میں دودھ دوہا جاتا ہے۔ جو عموماً ایک صاع کے بقدر ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اس سے مراد نچوڑ یا خوشبو ہے۔ جس کا استعمال عرب کے کچھ لوگ غسل یا جماع سے پہلے کیا کرتے تھے۔ تاکہ اس سے پسینے کی بدبو زائل ہو سکے۔ عربی عبارت ملاحظہ ہو:

یطلق علی الظرف الذی یحلب فیه اللبن یکون بقدر صاع غالباً لکن المراد ههنا العصیرة او الطیب

الذی یستعمل بعض الاعراب قبل الغسل بل قبل
الجماع لیکون دافعاً لنتن العروق فی
الجماع۔ وقوله او الطیب عطف تفسیری۔ کذا
سمعت عن الشیخ المحدث سلمه الله۔
(جلد۱، ق۲۸ ب)

ترجمہ:۔ الحلاب اس برتن کو کہا جاتا ہے جس میں دودھ دوہا جاتا ہے۔ جو عموماً ایک صاع کے بقدر ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اس سے مراد ایک قسم کا نچوڑ یا خوشبو ہے جس کو عرب کے کچھ لوگ غسل اور جماع سے قبل استعمال کرتے تھے۔ تاکہ جماع کے وقت پسینے کی بدبو زائل ہو سکے۔ ترجمہ الباب میں امام بخاری کا قول "اوالطیب" عطف تفسیری ہے۔ میں نے شیخ المحدث سلمہ اللہ سے اسی طرح سنا۔

۸۔ کتاب التیمم۔ ترجمہ تیمم کا بیان:

امام بخاری نے اس کتاب میں تیمم کی احادیث نقل کی ہیں جس میں مختلف ابواب قائم کیے ہیں اور پھر ہر باب کے ذیل میں تیمم سے متعلق احادیث پیش کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا عبداللہ بن یوسف قال انا مالك عن
عبدالرحمن بن قاسم عن ابیه عن عائشة زوج
النبی صلی الله علیه وسلم قالت خرجنا مع رسول
الله صلی الله علیه وسلم فی بعض اسفاره حتی اذا
کنا بالبیداء او بذات الجیش انقطع عقد لی فاقام
رسول الله صلی الله علیه وسلم علی التماسه و

اقام الناس معه۔ وليسوا على ماء فاتى الناس الى ابى بكر الصديق فقالو الاترى الى ماصنعت عائشةؓ اقامت برسول الله صلى الله عليه وسلم والناس وليسوا على ماء۔ و ليس معهم ماء فجاء ابوبكر ورسول الله صلى الله عليه وسلم واضع راسه على فخذى قدنام فقال حبست رسول الله صلى الله عليه وسلم والناس وليسوا على ماءٍ وليس معهم ماء فقالت عائشةفعاتبنى ابو بكر وقال ماشاء الله ان يقول وجعل يطعننى بيده فى خاصرتى فلا يمنعنى من التحرك الا مكان رسول الله صلى الله عليه وسلم على فخذى فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم حين اصبح على غير ماء فانزل آية التيمم فتيمموا فقال اسيد بن حضير ماهى باوّل بركتكم يا آل ابى بكر قالت فبعثنا البعير الذى كنتُ عليه فاصبنا العقد تحته۔

ترجمہ:۔ہم سے بیان کیا عبداللہ بن یوسف نے، ان سے مالک نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے روایت کی۔انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ ہم کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب ہم بیدا یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اسکی تلاش کی غرض سے وہیں ٹھہر گئے۔ وہاں کہیں پانی نہ تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچے اور کہا آپ کو

نہیں معلوم ہے جو حضرت عائشہ نے کیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اور دیگر لوگوں کو ٹھہرا دیا حالانکہ وہ لوگ نہ پانی کے قریب ہیں اور نہ ان
کے پاس پانی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضرت ابوبکر مجھ پر برہم
ہوئے۔ اور میرے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانو پر
سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ بولے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
دیگر لوگوں کو یہاں ٹھہرا رکھا ہے جہاں پانی نہیں۔ اور نہ ان کے پاس پانی
ہے۔ اور جو اللہ کو منظور تھا انہوں نے مجھے کہا۔ اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ
میں کونچہ مارنے لگے۔ میں ضرور ادھر اُدھر ہوتی مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم میرے زانو پر سو رہے تھے۔ اس لیے حرکت نہ کر سکی۔ صبح کے وقت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے لیکن پانی نہ تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے
آیت تیمم نازل فرمائی۔ لوگوں نے تیمم کیا۔ اس موقع پر اسید بن حضیر نے
کہا اے آل ابوبکر یہ کوئی تمہاری پہلی برکت نہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی
ہیں میں جس اونٹ پر سوار تھی اسے اٹھایا تو اس کے نیچے ہمیں ہار مل گیا۔

یہ تو حضرت عائشہؓ کا محض ایک واقعہ تھا جس کے نتیجے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم پر آیت تیمم نازل ہوئی۔ اور تیمم کرنا شروع ہوا لیکن تیمم کس طرح کیا جائے۔ اس سلسلے
میں امام بخاری نے التیمم للوجہ والکفین کے عنوان سے ایک الگ باب باندھا ہے۔ جس
کے تحت کئی احادیث ذکر کی ہیں۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے تیمم کرتے وقت زمین پر ہاتھ مارا اور اپنے منہ اور دونوں ہاتھ پر مسح کیا۔ اس باب
کی آخری حدیث یہ ہے جس سے یہی طریقہ تیمم ثابت ہوتا ہے۔

حدثنا محمد بن بشار نا غندر قال نا شعبة عن
الحكم عن ذرٍّ عن ابن عبدالرحمن بن ابزیٰ عن

ابيه قال عمار فضرب النبى صلى الله عليه وسلم بيده الارض فمسح وجهه وكفيه۔

ترجمہ:- ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا۔ ان سے غندر نے ان سے شعبہ نے ان سے حکم نے ان سے ذر نے اور ان سے ابن عبدالرحمن بن ابزیٰ نے اور ان سے ان کے والد نے۔ عمارؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور اپنے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کیا۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس کا جواب حضرت شاہ صاحب کی تحقیقات میں ملتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب میں جتنی احادیث بیان کی ہیں وہ سب کی سب امام احمد بن حنبل کے مسلک کی تائید کرتی ہیں۔ لیکن وہ احادیث جو امام مالک کے مسلک کی حمایت کرتی ہیں۔ وہ یہاں بیان نہیں کی گئی ہیں۔ کیونکہ ایسی احادیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ تک موقوف ہیں۔ اور ان کا مرفوع ہونا مشہور طریقوں سے ثابت نہیں جبکہ امام بخاری نے التزام کرلیا ہے کہ وہ اس کتاب میں صرف مرفوع احادیث ہی ذکر کریں گے۔ ایسی صورت میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مسلک خود امام مالک کی مؤطا سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے عبداللہ بن عمر تک موقوف ہونا مختلف طریقوں سے بتایا ہے۔ اس کے علاوہ ابراہیم نخعی نے موقوف اور مرفوع دونوں طرح کی احادیث بیان کی ہیں۔ جن کو امام ابوحنیفہ نے لیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ احادیث کی سند میں ابراہیم نخعی حماد کے واسطے سے ان کے استاد ہوتے ہیں اس کے علاوہ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ ابراہیم نخعی علقمہ سے روایت کرتے ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی بن ابی طالبؓ دونوں سے روایت کرتے ہیں۔ اب حضرت شاہ صاحب کی اصل عربی عبارت ملاحظہ کیجئے:

اعلم ان الاحاديث التى اوردها البخارى رحمه

الله كلها موافق لمذهب احمد رحمه الله ـ واما الاحاديث التی تدل علٰی ضربتين ضربة للوجه واخری لليدين الی المرفقين كماهو مذهب امامنا الاعظم ومالك رحمهم الله تعالیٰ لما كانت موقوفةً الی عبدالله بن عمر رضی الله عنهما ولم يثبت رفعهامن الطرق المشهوره ـ فلم يذكرها البخاری فی صحيحه الذی التزم فيه ذكر الاحاديث المرفوعة المشهورة وقد اوردها الامام المالك رحمه الله فی المؤطا بطرق كثيرة موقوفا الی عبدالله بن عمر و ذكر ابراهيم النخعی موقوفا ومرفوعا وبه اخذ امامنا الاعظم لا ن كان شيخه فی مسند الا حاديث بواسطة حماد و كان ابراهيم يروی عن علقمة وهو عن عبدالله بن مسعود وعن علی بن ابی طالب رضی الله عنهما ـ وكذاسمعت عن الشيخ ولی الله سلمه الله تعالیٰ

(جلد ا، ق ۳۵ / الف)

ترجمہ:- جان لیجئے کہ امام بخاری نے اس باب میں جو احادیث بیان کی ہیں وہ سب کی سب امام احمد حنبل کے مسلک کے موافق ہیں۔ لیکن وہ احادیث جو ضربۃ للوجہ واخری للیدین الی المرفقین (تیمم دو بار زمین پر ہاتھ مارنے کا نام ہے۔ ایک بار زمین پر مار کر چہرے کا مسح کرے اور دوسری بار مار کر دونوں ہاتھ کا مسح کرے کہنیوں سمیت) پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مسلک ہے۔ یہ احادیث چونکہ عبداللہ بن عمر

تک موقوف ہیں۔ جن کا مرفوع ہونا مشہور طرق سے ثابت نہیں۔ اس لیے امام بخاری نے انہیں یہاں ذکر نہیں کیا کیونکہ انہوں نے التزام کرلیا ہے کہ وہ صحیح بخاری میں مشہور مرفوع احادیث ہی ذکر کریں گے۔ ایسی موقوف احادیث کا ذکر امام مالک نے اپنی مؤطا میں مختلف طرق سے کیا ہے۔ جو عبداللہ بن عمر تک موقوف ہیں۔ ابراہیم نخعی نے موقوف اور مرفوع دونوں طریقوں سے بیان کیا ہے جس کو امام ابوحنیفہ نے سند بنایا ہے کیونکہ وہ مسند حدیث میں حماد کے واسطہ سے امام ابوحنیفہ کے استاد ہیں۔ ابراہیم علقمہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور وہ عبداللہ بن مسعودؓ اور علیؓ بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے اسی طرح شیخ ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ سے سنا۔

۹-باب اذا دخل بیتا یصلی حیث شاء او حیث امر ولا یتجسس۔

ترجمہ:- جب کسی گھر میں داخل ہو تو جہاں چاہے نماز پڑھ لے یا جہاں اسے کہا جائے اور (مزید) کھوج کرید نہ کرے۔

امام بخاری نے کسی دوسرے شخص کے گھر میں نماز پڑھنے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ اس باب کے تحت ایک حدیث تحریر کی ہے جو عتبان بن مالک سے مروی ہے۔ حدیث یہ ہے:

حدثنا عبدالله بن مسلمة نا ابراهيم بن سعد عن ابن شهاب عن محمود بن الربيع عن عتبان بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتاه في منزله فقال اين تحب ان اصلي لك من بيتك فاشرت له الى مكان فكبر النبي صلى الله عليه

وسلم فصففنا خلفه فصلی رکعتین۔

ترجمہ:۔ ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا ان سے ابراہیم بن سعد نے انہوں نے ابن شہاب سے اور انہوں نے محمود بن ربیع سے اور ان سے عتبان بن مالک نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا تمہیں کہاں پسند ہے کہ میں تمہارے گھر میں نماز پڑھوں؟ تو میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر دیا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر (تحریمہ) کہی ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھ لی اور آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس باب کے تحت حضرت شاہ صاحب کی ایک اہم تحقیق ملتی ہے۔ جس میں انہوں نے اس حدیث اور دوسری حدیث کے درمیان مطابقت پیدا کی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ ترجمۃ الباب تقاضا کرتا ہے کہ جہاں حکم دیا جائے وہیں نماز پڑھے لیکن میں کہتا ہوں کہ بعض دوسرے طرق حدیث میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ عتبان بن مالک نے تخصیص مکان کا معاملہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا تھا۔ ایسی صورت میں وہ جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے اور وہ جائز ہوگی۔ مکان مالک سے دریافت کرنے کی بات تبرعا ہوگی۔ اصل عربی عبارت دیکھئے:

قیل هذه الترجمه یقتضی انه یصلی حیث شاء والحدیث یقتضی انه یصلی حیث امر قلت فی بعض طرق الحدیث اشارة الی ان عتبان فوض الامر الیه صلی الله علیه وسلم فی تخصیص المکان فلو صلی حیث شاء جاز ولکن رد

الامر الیہ تبرعاً واللہ عالم۔ شیخ المحدثین ولی اللہ سلمہ۔ (جلد ۱، ق ۴۴ الف)

ترجمہ:۔ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ یہ ترجمہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس جگہ نماز پڑھے جہاں چاہے اور حدیث تقاضا کرتی ہے کہ وہ وہیں نماز پڑھے جہاں حکم دیا جائے۔ لیکن میں کہتا ہوں بعض طرق حدیث میں یہ اشارہ موجود ہے کہ عتبان نے تخصیص مکان والے معاملے کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا تھا۔ اس لیے وہ جہاں نماز پڑھے تو جائز ہوگا۔ لیکن مالک مکان سے دریافت کرنا تبرعا ہوگا۔ واللہ اعلم۔ شیخ المحدثین ولی اللہ سلمہ کا ارشاد۔

۱۰۔۔باب ایجاب التکبیر وافتتاح الصلوٰۃ۔ ترجمہ: تکبیر تحریمہ کے وجوب اور افتتاح نماز کا باب۔

امام بخاری نے اس باب کے ذیل میں حضرت انس بن مالکؓ کی دو حدیثیں اور حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کی پہلی حدیث میں امام کی اتباع میں قیام، قعود، رکوع وسجود کے علاوہ تکبیر تحریمہ کہنے کی روایت نہیں ملتی۔ جبکہ دوسری حدیث میں یہ بھی موجود ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی راویت سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ ان کی روایت میں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملتا ہے کہ آپؐ نے قیام وقعود، رکوع سجود کے علاوہ تکبیر تحریمہ کہنے کی بھی ہدایت فرمائی تھی۔ حضرت انس بن مالک کی پہلی حدیث ملاحظہ فرمائیے:

حدثنا ابو الیمان انا شعیب عن الزھری قال اخبرنی انس بن مالك الانصاری ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رکب فرساً فجحش شقه

الایمن قال انس فصلی لنا یومئذٍ صلوٰۃ من الصلوات وھو قاعد فصلینا وراءہ قعوداً ثم قال لما سلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا صلی قائما فصلوا قیاماً واذا رکع فارکعوا و اذا رفع فارفعوا واذا سجد فاسجدوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا ولک الحمد۔

ترجمہ: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا۔ ان سے شعیب نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا مجھ کو انس بن مالک الانصاری نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے اور گر پڑے۔ آپ کا دایاں پہلو زخمی ہوگیا۔ انس کہتے ہیں اس دن آپ نے ایک نماز بیٹھ کر پڑھائی تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی، جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا امام اسی مقصد کے لیے ہوتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ لہذا جب وہ کھڑے ہوکر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہوکر نماز پڑھو جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھو۔ جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم بھی "ربنا ولک الحمد" کہو۔

دوسری حدیث یہ ہے:

حدثنا قتیبۃ بن سعید قال نا اللیث عن ابن شہاب عن انس بن مالک انہ قال خرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن فرس فجحش فصلی لنا قاعداً فصلینا معہ قعوداً ثم انصرف فقال انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا رکع فارکعوا

فـاذا رفـع فـار فعوا و اذا قال سمع الله لمن حمده
فقولوا ربنا ولك الحمد ۔واذاسجد فاسجدوا۔

ترجمہ:- ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا۔انہوں نے کہا ہم سے لیث نے ابن شہاب سے روایت کی۔ان سے انس بن مالک نے بیان کیا۔ انہوں نے روایت بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے تو خراش سی آگئی۔اس لیے آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ہم نے بھی آپ کے ہمراہ بیٹھ کر نماز پڑھی۔جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا امام اس مقصد کے لیے ہوتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھو جب وہ "سمع الله لمن حمده" کہے تو تم بھی "ربناو لك الحمد" کہو۔اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس باب کے تحت حاشیہ میں حضرت شاہ صاحب کی کئی اہم تحقیقات ملتی ہیں۔ اس حاشیہ میں پہلے انہوں نے اسماعیلی کی تحقیق بیان کی ہے۔اس کے بعد اپنی تحقیقات پیش کی ہیں۔فرماتے ہیں۔اسماعیلی نے کہا ہے کہ حضرت انسؓ کی پہلی حدیث میں نہ تکبیر کا بیان ہے اور نہ دوسری حدیث میں اس کے وجوب کو بتایا گیا ہے۔بلکہ مقصود امام کی تکبیر کی اتباع و پیروی واضح کرنا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی اس حدیث میں راویوں کا اختلاف ہے بعض رواۃ نے تکبیر کا ذکر کیا ہے۔بعض نے نہیں کیا ہے جس نے ذکر کیا ہے۔اس کی شہادت حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت دیتی ہے۔پھر یہ قول کہ "فاذا کبر فکبروا" (جب امام تکبیر کہے تو تم لوگ بھی تکبیر کہو) اگرچہ وجوب تکبیر پر دلالت نہیں کرتا۔تاہم حدیث کا سیاق وسباق تقاضہ کرتا ہے کہ تکبیر نماز میں

امر مطلوب ہو۔ کیونکہ امام کی پیروی ہر حال میں ثابت ہے۔ تکبیر تحریمہ والی حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے اتنا کہنا کافی ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی مثالیں بخاری شریف میں کافی ملتی ہیں اب حضرت شاہ صاحب کی اصل عبارت پڑھیے:

قال الاسماعیلی لیس فی حدیثه الاول تعرض للتکبیر ولا فی الثانی ایجابه و انما فیه متابعة فی تکبیره۔ قلت غرض البخاری ان الرواة اختلفوا علی انس فی هذا الحدیث فمنهم من ذکر التکبیر و منهم من لم یذکرو من ذکر اقول یشهدله حدیث ابی هریرة۔ ثم قوله فاذا کبر فکبر وا وان لم یدل علی ایجاب التکبیر فی حد ذاته لکن سوق الحدیث یقتضی ان یکون التکبیر امراً مطلوباً فی الصلوٰة فان متابعة الامام فیه فرع ثبوته فی نفسه وهذا القدر یکفی شاهداً لحدیث تحریمها التکبیر و مثل هذا کثیر غیر مستنکر فی البخاری ـ والله اعلم بالصواب۔ عن شیخ المحدثین ولی الله سلمه الله۔ (جلد ا ق ۶۹ ب)

ترجمہ:- اسماعیلی نے کہا۔ انس کی پہلی حدیث میں نہ تکبیر کا ذکر ہے اور نہ دوسری حدیث میں اس کا وجوب ہے بلکہ مقصد اس میں صرف امام کی متابعت بتانا ہے۔ میں نے کہا۔ امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ انس کی اس حدیث میں راویوں کا اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض رواۃ نے تکبیر کا ذکر کیا ہے بعض نے نہیں کیا ہے۔ جس نے ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں۔ اس کی گواہی

ابوہریرہ کی حدیث دیتی ہے۔ پھر آپ کا قول "فاذا کبر فکبروا" گرچہ وجوب تکبیر پر بذات خود دلالت نہیں کرتا۔ تاہم حدیث کا سیاق تقاضا کرتا ہے تکبیر نماز میں امر مطلوب ہو کیونکہ تکبیر تحریمہ میں امام کی پیروی سے فی نفسہ اس کا ثبوت متفرع ہوتا ہے اور تکبیر تحریمہ والی حدیث "تحریمها التکبیر" اس کی موید ہے۔ ترجمۃ الباب کے ثبوت کے لیے اتنا ہی کافی ہے اور اس کی مثالیں بخاری میں بہت ساری ہیں جو نامانوس نہیں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ شیخ المحدثین ولی اللہ کا ارشاد۔

۱۱-باب لا یفرق بین اثنین یوم الجمعہ۔ ترجمہ: جمعہ کے دن دو آدمیوں کے درمیان (گھس کر) نہ بیٹھے۔

امام بخاری نے جمعہ کے دن مسجد میں دو نمازیوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھنے کے سلسلے میں یہ باب قائم کیا ہے جس کے تحت دو احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا عبدان انا عبدالله نا ابن ابی ذئب عن سعید المقبری عن ابیه عن ابن ودیعة عن سلمان الفارسی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من اغتسل یوم الجمعة و تطهر بما استطاع من طهر ثم ادهن اومس من طیب ثم راح فلم یفرق بین اثنین فصلی ما کتب له ثم اذا خرج الامام انصت غفرله ما بینه و بین الجمعة الاخری۔

ترجمہ:- ہم سے عبدان نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ نے اور ان سے ابن ابی ذئب نے سعید المقبری سے روایت کی۔ انہوں نے اپنے والد سے ابن ودیعہ سے بیان کیا۔ انہوں نے سلمان فارسی سے

روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور ممکن حد تک نظافت و طہارت حاصل کی۔ تیل اور خوشبو لگائی اور مسجد میں اس طرح گیا کہ دو آدمیوں میں گھس کر نہ بیٹھا اور جس قدر اس پر ضروری ہے، نماز پڑھی پھر جب امام آیا اور خطبہ دیا تو خاموشی سے سنا تو اس کے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں ایک جملہ ہے فصلی ما کتب لہ یعنی جتنا ضروری ہو اتنی نماز پڑھے۔ اس جملہ کے ذیل میں بین السطور میں حضرت شاہ صاحب کی ایک تحقیق ملتی ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ اس جملے سے واضح ہوتا ہے کہ خطبہ سے قبل جس قدر ممکن ہو نفل نماز پڑھے، لیکن خطبہ کے دوران کوئی نفل نماز نہ پڑھے۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ بیٹھا رہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ما کتب لہ سے مراد ما قدر لہ من النوافل ہے (یعنی جتنا نوافل پڑھنا ممکن ہو)۔ اب شاہ صاحب کی اصل عبارت پڑھیے:

اعلم ان ھذا الحدیث یدل علی عدیم الصلوٰۃ علی الخطبہ لا ن المراد بقولہ ما کتب لہ ای ما قدر لہ من النوافل فاحفظ۔ کذا سمعت عن الشیخ سلمہ اللہ۔

(جلد ۱، ق ۸۵/الف)

ترجمہ:- جان لو کہ یہ حدیث خطبہ کے دوران نماز نہ پڑھنے پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ آپ کے قول ما کتب لہ سے مراد ما قدر لہ من النوافل ہے۔ اسی طرح میں نے شیخ سے سنا۔

۱۲- باب تقصر اذا خرج من موضعہ۔ ترجمہ:- اپنے گھر سے باہر چلا جائے تو

قصر کرے۔

امام بخاری نے نماز قصر کا ایک باب باندھا ہے جو ابواب تقصیر الصلوٰۃ کے عنوان سے ہے اور جس میں مختلف احادیث مذکور ہیں۔ اس ذیل میں ایک باب تقصر اذا خرج من موضعه (قصر کی نماز پڑھے، جب اپنے گھر سے جدا ہو) باندھا ہے۔ جس کے تحت دو احادیث پیش کی ہیں۔ دوسری حدیث حضرت عائشہ سے مروی ہے جو یہ ہے:

حدثنا عبدالله بن محمد ناسفیان عن الزهری عن عروة عن عائشة۔ قالت الصلوٰة اوّل مافرضت رکعتین فاقرت صلوٰة السفر واتمت صلوٰة الحضر۔ قال الذهری فقلت لعروة فمابال عائشة تتم قال تاوّلت ما تاوّل عثمان۔

ترجمہ:- ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا۔ ان سے سفیان نے۔ انہوں نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے حضرت عائشہ نے فرمایا: ابتدا میں نماز دو رکعت فرض کی گئی تھی پھر سفر میں تو برقرار رہی لیکن حضر میں پوری (چار) کردی گئی۔ زہری نے کہا میں نے عروہ سے کہا۔ حضرت عائشہ نے یہ کیا کیا کہ پوری نماز پڑھتی ہیں (قصر نہیں کرتی ہیں)۔ انہوں نے جواب دیا تاویل کی ہے جس طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث کے بین السطور میں حضرت شاہ صاحب نے ایک انوکھی تحقیق پیش کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بعض سفر میں تو قصر کرتی تھیں لیکن بعض میں نہیں کرتی تھیں۔ بلکہ پوری چار رکعت پڑھتی تھیں۔ اس کا ذکر

انہوں نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔آپ کا ایسے موقع پر خاموش رہنا اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ رخصت کا ترک کرنا جائز ہے۔اب شاہ صاحب کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

وسمعت عن الشیخ المحدث سلمه الله ان عائشة رضی الله عنها فی بعض الاسفار قصرت واتمت فی اخری فذکرت عند رسول الله صلی الله علیه وسلم تقول انی قصرت و اتممت فسکت رسول الله صلی الله علیه وسلم فسکوت الامام فی موضع البیان یفید فائدة جواز ترك الرخصة۔

(جلد ا، ق ۱۰۲ الف)

ترجمہ:۔میں نے شیخ الحدیث سلمہ اللہ سے سنا کہ حضرت عائشہ بعض اسفار میں قصر نماز پڑھتی تھیں بعض میں قصر نہیں کرتی تھیں۔اس کا ذکر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے سکوت فرمایا۔ایسی صورت میں ترک رخصت کے جواز کا فائدہ ملتا ہے۔

۱۳-باب من تحدث بعد الرکعتین ولم یضطجع۔ترجمہ:جو دو رکعتوں کے بعد نہ لیٹے اور بات چیت کرے۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت ایک ایسی حدیث نقل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھ کر کبھی بات چیت کرتے تھے۔لیٹتے نہیں تھے۔حدیث یہ ہے:

حدثنا بشر بن الحکم نا سفیان قال حدثنی سالم ابو النضر عن ابی سلمة عن عائشة ان النبی صلی

الله علیه وسلم كان اذا صلى فان كنتُ مستيقظة حدثنى والا اضطجع حتى نودى بالصلوٰة۔

ترجمہ:- ہم سے بشر بن الحکم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مجھ سے سالم ابو النضر نے ابی سلمہ سے۔ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز (سنت فجر) پڑھ لیتے اور میں جاگ رہی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے۔ حتیٰ کہ نماز کے لیے اذان (اقامت) کہی جاتی۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے دو رکعت نماز کے بعد گفتگو کرنا اور نہ سونا ثابت ہوتا ہے یعنی سنت وفرض کے درمیان گفتگو کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ اسی خیال کو حضرت شاہ صاحب نے اس طرح بیان کیا ہے:

ولم يثبت النهى عن التكلم بين السنة والفرض۔ كذا سمعت۔ (جلد۱، ق ۱۰۷/ الف)

ترجمہ:- اس حدیث سے سنت وفرض کے درمیان گفتگو کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ میں نے اسی طرح سنا۔

۱۴- باب صلوٰة النوافل جماعة ذكره انس وعائشة عن النبى صلى الله عليه وسلم۔ ترجمہ:- نفل نماز با جماعت ادا کرنا۔ اس کو حضرت انسؓ اور حضرت عائشہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

امام بخاریؒ نے یہ باب نفل نماز با جماعت ادا کرنے کے سلسلے میں [illegible]

ہے۔اس کے تحت ایک طویل حدیث پیش کی ہے۔جو یہ ہے:

حدثنی اسحاق نایعقوب بن ابراهیم نا ابی عن ابن شهاب قال اخبرنی محمود بن الربیع الانصاری انه عقل رسول الله صلی الله علیه وسلم وعقل مجة مجها فی وجهه من بئر کانت فی دارهم فزعم محمود انه سمع عتبان بن مالك الانصاری رضی الله عنه وکان ممن شهدبدراً مع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انی کنت اصلی لقومی بنی سالم وکان یحول بینی وبینهم وادٍ اذا جاءت الامطار فیشق علیّ اجتیازه قبل مسجد هم فجئت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت له انی انکرت بصری وان الوادی الذی بینی وبین قومی یسیل اذا جائت الامطار فیشق علی اجتیازه فوددت انك تاتی فتصلی من بیتی مکانا اتخذه مصلی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم سافعل فغدا علیّ رسول الله صلی الله علیه وسلم وابوبکر رضی الله عنه بعد مااشتدالنهار فاستاذن رسول الله صلی الله علیه وسلم فاذنت له فلم یجلس حتی قال این تحب ان اصلی من بیتك فاشرت له الی المکان الذی احب ان اصلی فیه فقام رسول الله صلی الله علیه وسلم فکبر وصففنا وراءه فصلی رکعتین ثم سلم فسلمنا حین

سلم فحسبته على عزير يصنع له فسمع اهل الدار
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيتي فثاب
رجال منهم حتى كثر الرجال في بيتي فقال رجل
منهم ما فعل مالك لا اراه فقال رجل منهم ذاك
منافق لا يحب الله و رسوله فقال رسول الله صلى
الله عليه وسلم لا تقل ذاك الا تراه قال لا اله الاالله
يبتغي بذالك وجه الله فقال الله ورسوله اعلم
اما نحن فوالله لانرى ودّه ولا حديثه الا الى
المنافقين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
فان الله قد حرم على النار من قال لااله الا الله
يبتغي بذالك وجه الله قال محمود فحدّثتها
قوما فيهم ابوايوب صاحب رسول الله صلى الله
عليه وسلم في غزوته التي توفي ويزيد بن معاوية
عليهم بارض الروم فانكرها عليّ ابوايوب وقال
والله ماظن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
ماقلت قط فكبر ذالك عليّ فجعلتُ لله عليّ ان
سلّمني حتى اقفل من غزوتي ان اسأل عنها عتبان
بن مالك ان وجدُته حياً في مسجد قومه فقفلتُ
واهللت بحجة او عمرة ثم سرت حتى قدمتُ
المدينة فاتيت بني سالم فاذا عتبان شيخ اعمى
يُصلّي لقومه فلما سلم من الصلوٰة سلمتُ عليه
واخبرته من انا ثم سالتهُ عن ذالك الحديث

فحدثنیه کما حدثنیه اول مرۃ۔

ترجمہ:- اسحاق نے محمد سے بیان کیا ان سے یعقوب بن ابراہیم نے۔ ان سے ان کے والد نے اور انہوں نے ابن شہاب سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مجھ سے محمود بن ربیع انصاری نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد ہیں اور وہ کلی بھی یاد ہے جو میرے چہرے پر آپ نے ہمارے گھر کے کنویں سے لے کر کی تھی۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے عتبان بن مالک انصاری جو غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ کہتے ہوئے سنا میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھاتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان ایک وادی تھی جب برسات ہوتی تو میرے لیے ان کی مسجد میں جانا دشوار ہوتا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میری نظر کمزور ہے اور جو وادی میرے اور میرے قوم کے درمیان حائل ہے۔ بارش کے دنوں میں میرے لیے وہاں پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر پر قدم رنجہ فرمائیں اور آپ ایک جگہ نماز پڑھیں تاکہ میں اسے (مستقل) جائے نماز بنالوں۔ آپ نے فرمایا میں ایسا کروں گا۔ چنانچہ صبح کے وقت جب دھوپ خوب چمک رہی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپؐ نے اجازت چاہی تو میں نے آپ کو اجازت دیدی۔ آپ ابھی بیٹھ نہیں پائے تھے کہ فرمایا۔ تمہیں گھر میں کون سی جگہ پسند ہے جہاں میں نماز پڑھوں۔ میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ جس میں نماز پڑھنا پسند کرتا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ تکبیر کہی۔ اور ہم آپ کے پیچھے صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے سلام پھیرا۔ ہم نے بھی سلام پھیرا۔

جب آپ سلام پھیر چکے میں نے آپ کو خزیرہ (ایک طرح کے خاص کھانے) کے لیے روک لیا جو (خاص) آپ کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ جب دوسروں نے میرے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی تو دوڑتے ہوئے آئے۔ حتیٰ کہ میرے گھر میں اچھا خاصا ہجوم ہو گیا۔ ان میں سے ایک نے کہا مالک کو کیا ہوا وہ نظر نہیں آرہا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا وہ منافق ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اسے محبت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں نہ کہو کیا تمہیں نہیں معلوم کہ وہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور خدا کی خوشنودی طلب کرتا ہے۔ تو وہ بولا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں (ویسے) ہم تو اس کی رغبت اور گفتگو منافقین ہی سے دیکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا لاالہ الااللہ پڑھنے والے پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ جبکہ وہ اس سے خوشنودی رب کا طالب ہو۔ محمود کہتے ہیں میں نے اسے ایک اجتماع میں بیان کیا جس میں صحابی رسول ابوایوب انصاری بھی تھے۔ اور اس غزوہ میں بیان کیا جس میں ان کی وفات ہوئی اور جس کے امیر یزید بن معاویہ سرزمین روم میں تھے ابوایوب نے ہماری اس حدیث کا انکار کیا اور کہا بخدا جو تم کہہ رہے ہو میرے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کہا۔ یہ بات مجھے ناگوار گذری اور میں نے اللہ کے لیے نذر مانی۔ اگر وہ مجھے صحیح سالم رکھے یہاں تک کہ میں اس جنگ سے واپس آجاؤں تو اس کے متعلق عتبان بن مالک سے پوچھوں اگر میں نے انہیں ان کی قوم کی مسجد میں موجود پایا۔ چنانچہ میں غزوہ سے لوٹا میں نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا پھر چلا اور مدینہ پہنچا۔ میں بنی سالم کے پاس گیا تو دیکھا تو عتبان ضعیف اور نابینا ہو چکے ہیں

اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے ہیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے انہیں سلام کیا اور بتایا میں کون ہوں۔ پھر میں نے ان سے حدیث کے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا جس طرح پہلی بار بیان کیا تھا۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس طویل حدیث میں صحابی کا یہ قول اما نحن فواللہ لانری ودہ ولا حدیثہ الا الی المنافقین یعنی میں واللہ صرف یہی دیکھتا ہوں کہ اس کی گفتگو اور دوستی منافقین کے ساتھ رہتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں منافقین کے ساتھ اختلاط کی کون سی قسم مراد ہے؟ حضرت شاہ صاحب وضاحت فرماتے ہیں کہ یہاں تجارتی اور اس کے متعلق امور کا اختلاط مراد ہے۔

شاہ صاحب کے ارشاد کی اصلی عبارت دیکھئے:

وفی الحقیقة کان منشأ الا ختلاط من المنافقین تعلق امور التحارة وغیرها بهم۔ کذاسمعت۔

(جلد ۱، ق ۱۰۹/الف)

ترجمہ:- درحقیقت منافقین کے ساتھ اختلاط کا اصل منشا تجارتی امور اور اس سے متعلق دوسرے امور تھے۔ میں نے اسی طرح سنا۔

۱۵- باب مایکرہ من النیاحة علی المیت۔ ترجمہ: میت پر ماتم کرنے کی کراہیت کے بیان میں۔

اس سے قبل ایک اور باب میت پر رونے اور نوحہ کرنے کے سلسلے میں گذر چکا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ یعذب المیت ببعض بکاء اهله علیه اذا کان النوح من سنته۔ یعنی میت کو اس کے گھر والوں

کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔ جبکہ نوحہ اس کے طریقہ میں داخل ہو۔ اس کی وجہ قرآن مجید کی آیت قوا انفسکم واھلیکم نارا (خود اپنے اور اپنی اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ) کو قرار دیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ میت پر رونا اور نوحہ خوانی کرنا شریعت کی نگاہ میں ممنوع ہے۔ اس کے باوجود اس نے اپنی زندگی میں اپنے گھر والوں کو اس سے نہیں منع کیا۔ یہاں تک کہ وہ خود ہی دنیا سے چل بسا اور اس کے گھر کے لوگ اب اس کے مرنے پر آہ وزاری کر رہے ہیں تو چونکہ اس نے نھی عن المنکر کا حق ادا نہیں کیا تھا اس لیے اس پر عذاب ہونا برحق ہوگا۔ اس سلسلے کی کئی احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ اس کے بعد موجودہ باب باب مایکره من النیاحة علی المیت قائم کیا گیا ہے۔ جس کے تحت حضرت مغیرہؓ اور حضرت عمرؓ کی احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا ابو نعیم حدثنا سعید عن عبید عن علی بن ربیعة عن المغیرة رضی الله عنه قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول انّ کذباً علیّ لیس ککذب علی احدمن کذب علیّ متعمداً فلیتبو أ مقعده من النار سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول من نیح علیه یعذب بما نیح علیه۔

ترجمہ:۔ ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے سعید نے عبید سے اور ان سے علی بن ربیعہ نے بیان کیا اور انہوں نے مغیرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔ جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اس طرح کا نہیں کہ جس طرح کسی اور پر باندھے۔ تو جو شخص میری طرف کوئی جھوٹ منسوب کرتا ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے

ہوئے سنا کہ جس شخص پر ماتم کیا جائے تو اس پر ماتم کے باعث عذاب
کیا جاتا ہے۔

اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس میت پر ماتم کیا جائے تو اس پر ماتم کے باعث عذاب ہوگا۔ اس صورت میں اس حدیث سے بھی یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ماتم کرنے والے کو سزا ملتی ہے۔ تو یہ بات صحیح سمجھ میں آتی ہے۔ کیونکہ وہ ماتم کرکے گناہ کی سزا کا مرتکب ہو رہا ہے لیکن میت کو سزا کیوں ہوگی۔ کیا ایک آدمی کے گناہ کا بوجھ دوسرا شخص اٹھائے گا۔ جبکہ قرآن پاک میں نہایت واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری (یعنی کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا)۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب نے اس اشکال کا نہایت عالمانہ اور حکیمانہ جواب دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ فرشتے میت کو اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے سزا دیں گے اور اس وقت ان کی زبان پر نوحہ کے وہی کلمات جاری ہوں گے جو اس کے اہل خانہ پڑھ کر اس پر نوحہ خوانی کرتے تھے۔ تاکہ اس کے لیے اتمام حجت ہو کہ وہی کلمات اس کی زندگی میں پڑھے جاتے تھے لیکن وہ انہیں روک نہیں سکا بلکہ عملی طور پر وہ اس میں شریک رہتا تھا جس کی وجہ سے اب وہ سزا کا مستحق ہو گیا۔

حضرت شاہ صاحب کا قول ملاحظہ کیجیے:

ای یعذبه الملئکة جزاءً لاعماله السیئة و یحرون
فی ذالك الوقت علی السنتهم بحضوره بکلمات
نیح بها فلا یرد بالآیة ولا تزر وازرة۔ الخ۔
کذا سمعت عن الشیخ المحدث سلمه ربه۔

(جلد ۱، ق ۱۱۸/ب)

ترجمہ:-باب مایکرہ من النیاحۃ علی المیت یعنی میت کی بداعمالیوں کی وجہ سے فرشتے اس کو سزا دیں گے۔ اور اس وقت ان کی زبان پر نوحہ کے وہی کلمات جاری ہوں گے جو اس کے سامنے پڑھے جاتے تھے اس لیے اب قرآنی آیت ولا تزر وازرۃ وزر اخری سے اس حدیث کا تضاد نہیں رہا۔ میں نے شیخ المحدث سے اسی طرح سنا۔

۱۲-باب من احب الدفن فی الارض المقدسۃ ونحوھا۔ ترجمہ: جو شخص کسی متبرک جگہ یا اسی طرح کی جگہ میں دفن ہونے کی خواہش کرے۔

امام بخاری نے مقدس مقامات پر دفن ہونے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ جس کے تحت صرف ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنی محمود نا عبدالرزاق نامعمر عن ابن طاؤس عن ابیہ عن ابی ھریرۃ قال ارسل ملک الموت الی موسی علیھما السلام فلما جاءہ صکہ ففقاعینہ فرجع الی ربہ فقال ارسلتنی عبدالایرید الموت فرداللہ الیہ عینہ فقال ارجع فقل لہ یضع یدہ علی متن ثورہ فلہ بکل ماغطت بہ یدہ بکل شعرۃ سنۃ قال ای رب ثم ماذاقال ثم الموت قال فالآن فسأل اللہ ان یدنیہ من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلو کنت ثم لاریتکم قبرہ الی جانب الطریق عندالکثیب الاحمر۔

ترجمہ:- مجھ سے محمود نے بیان کیا۔ ان سے عبدالرزاق نے روایت کی۔

ان سے معمر نے ابن طاؤس کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت کو بھیجا گیا۔ جب وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے اسے طمانچہ مارا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس گیا اور کہا تو نے مجھے اس بندے کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ ٹھیک کر دی۔ اور فرمایا اس کے پاس جاؤ اور انہیں کہو وہ اپنا ہاتھ بیل کی پیٹھ پر رکھیں اور ہر بال کے عوض انہیں ایک سال زندگی عطا کی جائے گی۔

موسیٰ نے عرض کیا اے پروردگار پھر کیا ہوگا۔ فرمایا۔ موت! موسیٰ بولے پھر تو ابھی آجائے اور خدا کے حضور گذارش کی کہ پتھر پھینکنے کی حد پر ارض مقدس قریب کر دی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں راستے پر لال ٹیلے کے قریب ان کی قبر دکھاتا۔

اس حدیث سے بظاہر پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام طویل حیات چاہتے تھے۔ اس لیے جب موت کا فرشتہ ان کی روح نکالنے کے لیے پہنچا تو انہوں نے گھبرا کر اس کو زدوکوب کیا۔ سوال یہ ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ کیا واقعتہً وہ طویل زندگی کے طالب تھے۔ اور پھر ایسی صورت میں کیا ان کا یہ خیال رضاء الٰہی کے خلاف نہیں ہوتا۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ نے اس کا بڑا خوبصورت جواب دیا وہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مثالیہ تھا جو اللہ کی طرف سے انہیں دکھایا گیا۔ جیسا کہ داؤد علیہ السلام کے سامنے دو جھگڑنے والوں کا واقعہ انہیں دکھایا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلی خواہش ارض مقدس جانے کی تھی۔ لیکن موت کے فرشتے کا انسانی صورت میں آ کر ان کی روح نکالنے کے لیے کہنا ان کی

خواہش کے خلاف ہو رہا تھا۔اس لیے انہوں نے بشری تقاضے کے تحت اس کو زدوکوب کیا۔ انہیں کیا معلوم کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ فرشتہ ہے۔

تاویل هذا الحدیث عندی ان هذه واقعة صورة مثالیة کما ظهرت الخصوم لداؤد علیه السلام فکما ان الرویا یکون لها بعین فکذالك للوقائع المثالیه الظاهرة علی اهل الله بعین فظهرت فی تلك الواقعة محبة موسی للهجرة علی ماتعطیه الجملة البشریة لطماو مناقشة فظهر قوة دعائه و همته ففقاء بعین الملك۔ الشیخ ولی الله سلمه الله۔

(جلد ا، ق ۱۲۲ ا/ ب)

ترجمہ:- میرے نزدیک اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ یہ واقعہ صورت مثالیہ ہے جیسا کہ داؤد علیہ السلام کو دو جھگڑنے والوں کی صورت میں دکھایا گیا۔ جس طرح خوابوں میں آنکھوں سے واقعات دکھائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اہل اللہ کے سامنے آنکھوں سے مثالی واقعات دکھائے جاتے ہیں۔ پس اس واقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی (فلسطین کی طرف) ہجرت کی دلی خواہش بشری جملہ میں طمانچہ اور مناقشہ کی صورت میں ظاہر ہوئی اور ان کی قوت دعا اور ہمت فرشتہ کی آنکھ پھوٹنے کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ شیخ ولی اللہ سلمہ اللہ۔ (خلاصہ یہ کہ نہ حضرت موسیٰؑ نے طمانچہ مارا اور نہ فرشتے کی آنکھ پھوٹی بلکہ یہ صورت مثالیہ تھی)۔

۱۷- باب المیت یعرض علیه مقعده بالغداة والعشی۔ ترجمہ: میت کو صبح و شام اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔

امام بخاری نے میت کو صبح وشام ٹھکانا دکھائے جانے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک حدیث نقل کی ہے۔ جو یہ ہے۔

حدثنا اسمٰعیل نی مالك عن نافع عن عبدالله بن عمران رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان احدکم اذا مات عرض علیه مقعده بالغداة والعشی ان کان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان کان من اهل النار فمن اهل النار فیقال هذا مقعدكُ حتی یبعثك الله یوم القیٰمة۔

ترجمہ:۔ہم سے اسمٰعیل نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا تم میں سے جب کوئی وفات پا جاتا ہے تو صبح وشام اس کے سامنے اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنتیوں میں سے ہے تو اس کے سامنے اہل جنت کا ٹھکانا اور اگر وہ دوزخیوں میں سے ہے تو اس کے سامنے اہل دوزخ کا ٹھکانا۔ اور دونوں سے ان کے اٹھائے جانے تک کہا جاتا رہے گا کہ قیامت کے دن یہی تمہارا ٹھکانا ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا معنی میرے نزدیک یہ ہے کہ یہی تمہارا ٹھکانا یوم قیامت کا ہے جس کو تم نے دیکھا ہے۔ اس لیے انتظار کرو یہاں تک کہ قیامت میں تمہیں دوبارہ اٹھایا جائے۔ اصل عبارت دیکھئے:

معناه عندی هذاالذی رایته مقعدك یوم القیٰمة توقعه وانتظرحتی یبعثك۔ من شیخ المحدث سلمه۔

(جلد ۱، ق ۱۳۶ سب)

ترجمہ:- اس کا معنی میرے نزدیک یہ ہے کہ یہی ٹھکانا جس کو تم نے دیکھا ہے۔ قیامت کے دن کا ٹھکانا ہوگا۔ اس لیے اسی کی توقع رکھو اور انتظار کرو یہاں تک کہ تمہیں اٹھایا جائے۔ شیخ الحدیث سلمہ کا ارشاد۔

۱۸-باب ما قیل فی اولاد المشرکین۔ ترجمہ: اولاد مشرکین کے بارے میں جو کہا گیا۔

امام بخاری نے اس باب میں اولاد مشرکین کے بارے میں چار احادیث نقل کی ہیں۔ جن میں اول الذکر دو حدیثیں ایسی ہیں جو ایک ہی معنی و مفہوم ادا کرتی ہیں لیکن تیسری حدیث دوسرا معنی و مفہوم پیش کرتی ہے۔ دونوں طرح کی حدیثیں یہ ہیں:

(۱)- حدثنا حبان انا عبداللہ انا شعبہ عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اولاد المشرکین فقال اللہ اذا خلقھم اعلم بما کانو عاملین۔

ترجمہ:- ہم سے حبان نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ نے روایت کی۔ انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا انہوں نے ابی بشر سے اور انہوں نے سعید بن جبیر سے۔ انہوں نے ابن عباس سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاد مشرکین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب انھیں پیدا کیا تو وہ لوگ جو عمل کرنے والے تھے اس کو زیادہ جاننے والا تھا۔

(۲)- حدثنا آدم نا ابن ابی ذئب عن الزھری عن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل مولود یولد علی

الفطرة فابواه يهودانه او ينصرانه او يمجسانه
كمثل البهيمة تنتج البهيمة هل ترى فيها جدعاء۔

ترجمہ:- ہم سے آدم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ان سے ابوذیب نے بیان کیا۔ ان سے زہری نے اور ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے ابوہریرہ سے روایت کی انہوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ (دین) فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جانور کی مانند جس سے جانور پیدا ہوتا ہے۔ کیا تم دیکھتے ہو کوئی ناقص الاعضاء ہو۔

ان دونوں احادیث میں پہلی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مشرکین کی اولاد جب پیدا ہوتی ہے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔ جبکہ دوسری حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن ان کے والدین مجوسی، یہودی یا نصرانی ہوتے ہیں تو اپنے ہی مذہب کا پیروکار انہیں بنا دیتے ہیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے ان دونوں احادیث میں مطابقت پیدا کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ کل مولود یولد علی الفطرة والی حدیث عام اور مخصوص البعض ہے کیونکہ غلام والی حدیث بھی پیش نظر ہے جس کو حضرت خضر نے اس کے فطری کافر ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا تھا اس لیے یہاں آنحضرت نے ان کا عام حال جو بعض جگہ مخصوص ہے بیان کر دیا کہ انسان کے بچے جنت میں ہوں گے۔ لیکن وہ کیا کریں گے اس کے بارے میں محقق طور پر بتا دیا کہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ شاہ صاحب کی تحقیق کی اصل عبارت یہ ہے:

الجمع بين الحديثين ان كل مولود يولد الحديث
عام مخصوص البعض لحديث الغلام الذى قتله

الخضر طبع كافرافبين النبی صلی الله عليه وسلم
حالهم بالعام المخصوص البعض ان اولاد الناس
فی الجنة و بين بيانا محققا الله اعلم بما كانوا
عاملين۔ من الشيخ المحدث۔ (جلد۱،ق ۱۲۷/الف)

ترجمہ:- ان دونوں حدیثوں میں مطابقت کی صورت یہ ہے کہ کل مولود یولد والی حدیث کو عام مخصوص البعض قرار دیا جائے۔ کیونکہ غلام والی حدیث بھی ہے جس کو خضر نے اس کے فطری کافر ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عام حال جو بعض جگہ مخصوص ہے بیان کر دیا کہ لوگوں کی اولاد میں سے بعض بچے جنت میں ہوں گے۔ لیکن وہ آئندہ کیا کریں گے اس کے بارے میں تحقیق طور پر بتا دیا کہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ شیخ المحدث کا ارشاد:

۱۹-باب ماادی زکوٰته فليس بكنز لقول النبی صلی الله عليه وسلم ليس فيما دون خمس اواق صدقة۔ ترجمہ: جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز (خزانہ) کے ذیل میں نہیں آتا۔ ارشاد نبوی ہے پانچ اوقیہ سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔

امام بخاری نے اس باب کے ذیل میں چار احادیث نقل کی ہیں جو زکوٰۃ کی ادائیگی سے متعلق ہیں۔ تیسری حدیث دراصل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اختلافی نظریے پر مشتمل ہے۔ جو ادائیگی زکوٰۃ کے بارے میں وہ رکھتے تھے۔ حدیث یہ ہے:

حدثنی علی بن ابی هاشم انه سمع هشيماً انا
حصين عن زيد بن وهب قال مررت بالربذة فاذا انا
بابی ذر فقلت له ما انزلك منزلك هذا قال كنت

بالشام فاختلفت انا و معاویة فی (الذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله) قال معاویة نزلت فی اهل الکتاب فقلت نزلت فینا و فیهم فکان بینی و بینه فی ذالك فکتب الی عثمان یشکونی فکتب الیّ عثمان ان اقدم المدینة فقدمتها فکثر علیّ الناس حتی کانهم لم یرونی قبل ذالك فذکرت ذالك لعثمان فقال لی ان شئت تنحیّت فکنت قریباً فذالك الذی انزلنی هذا المنزل ولو امروا علیّ حبشیاً لسمعته و اطعت۔

ترجمہ:- ہم سے علی بن ابی ہاشم نے بیان کیا۔ انہوں نے ہشیم سے سنا۔ انہوں نے کہا ان سے حصین نے بیان کیا ان سے زید بن وہب نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا میرا گذر ربذہ سے ہوا وہاں مجھے ابوذر ملے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ یہاں کیوں مقیم ہیں۔ بولے میں شام میں تھا تو مجھ میں اور معاویہ میں قرآنی آیت (والذین یکنزون الذھب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله) کی تشریح میں اختلاف ہو گیا۔ معاویہ کہتے تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی۔ میرا خیال تھا کہ ہمارے اور اہل کتاب دونوں کے بارے میں نازل ہوئی اس سلسلے میں میری اور ان کی خوب بحث ہوتی رہی۔ انہوں نے حضرت عثمان کو میری شکایت لکھ بھیجی۔ تو حضرت عثمان نے مجھے لکھا۔ مدینے آجاؤ۔ چنانچہ میں چلا آیا۔ تو لوگوں کا میرے پاس اس قدر ہجوم ہوا کہ گویا اس سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہی نہیں تھا۔ میں نے اس کا تذکرہ حضرت عثمان سے کیا تو انہوں نے کہا تمہیں پسند ہو تو ایسی جگہ گوشہ نشیں

ہو جاؤ جو مدینہ کے قریب ہو۔ اس سبب سے میں یہاں مقیم ہوں اگر مجھ پر
کوئی حبشی امیر مقرر کردیا جائے تو میں اس کے سمع و طاعت کا
پابند رہوں گا۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے اس حدیث کے ذیل میں تفصیل سے اس کے حاشیہ میں گفتگو کی ہے اور پورے واقعہ کو نقل کیا ہے جو لو امروا علی حبشیا لسمعت واطعت کے تحت ہے۔ شاہ صاحب کی تفصیلی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مال جمع کرنے کو غلط سمجھتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا وصال ہوا تو ان کے پاس کافی مال تھا۔ جس کو حضرت ابوذر غفاری غلط تصور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان سے محاسبہ ہوگا۔ حضرت کعب بن احبار کہتے تھے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا ہو چکی ہو وہ مال پاک ہو گیا اور ایسے مال کے جمع ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس بات پر دونوں میں کافی اختلاف بڑھ گیا یہاں تک کہ حضرت ابوذر انہیں مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ وہ بھاگ کر حضرت عثمانؓ کی پناہ میں چلے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عثمانؓ انہیں کے ہم خیال تھے۔ جب حضرت ابوذر غفاری مارنے کے لیے وہاں پہنچے تو حضرت عثمانؓ نے انہیں اس حرکت سے منع کیا اور فرمایا کہ حضرت کعب کا خیال صحیح ہے۔ آپ انہیں نہ ماریں۔ لیکن حضرت ابوذرؓ اس سے باز نہ آئے تو انہیں شام کے علاقہ میں بھیج دیا گیا۔ وہاں انہوں نے حضرت معاویہ سے بھی جھگڑا شروع کردیا تو عثمان نے وہاں سے انہیں ربذہ منتقل ہو جانے کے لیے حکم صادر کردیا۔ اب شاہ صاحب کی اصل عبارت ملاحظہ کیجیے:

عبدالرحمٰن بن عوف لما مات وترك مالا كثيرا
جدا تكلموا فيه فبعضهم قالوا انه يحاسب ويسئال
بجمع المال واسباب الدنيا۔ ويتوقفون اخرون

ويا ولون باحسن المحامل فبينا هم كذالك حتى
سال رجل من كعب الاحبار بمحضرمن الصحابة
عن شانه وفيهم ابوذر الغفاری فقال كعب الاحبار
لا بائس له منه لانه كان يودی الزكوة من ماله
فغضب ابوذر وزعم انه يعذب باحصالها و يصير
مورد الوعيد لقوله عزوجل و الذين يكنزون
الذهب والفضة ولا ينفقونها فی سبيل الله فبشر
هم بعذاب اليم ای لا يصرفون المال كله فی
المحتاجين بل يتركون مجتمعافی الخزانة فالوعيد
وارد عليهم فاجاب كعب الا حبار ان هذاالوعيد
كان قبل نزول حكم الزكوة واما بعد النزول
واداتها فلا اثم علی جمع المال ولم يصرالجمع
مطلقااثماً ثم انه لما سمع ابوذر هذه المقالة
قام مغاضباً وارادان يضربه بعصاه فعظم كعب
شانه ووقره بصحبته ولم يقم بين يديه حتى
فروجاء عندعثمان رضی الله عنه و هو جالس فی
العداله واستظهر خلف ظهره فتعاقب ابوذر حتی
بلغ مجلس عثمان واراداں يضربه بحضوره فسال
عثمان منشأه فامتنع ابوذر وقال انك علی الباطل
والحق مايقول كعب فتجادل ابوذر مع عثمان
ولم ينته عن ضرب كعب الاحبار فزجره عثمان
حتی قال ان ضربته ضربتك به واخرجه من

الاسکرۃ وارسل الی الشام فاجتمع الغفار یون علی مخاصمتہ فقال فی ھواہم لو امروا علیّ عبدا حبشیا لسمعت واطعت ثم لما ذھب بالشام اختلف مع معاویۃ فی شان نزول الآیۃ فطلبہ عثمان واقامہ بالربذۃ۔ کذا سمعت عن الشیخ سلمہ اللہ تعالیٰ فی ھذا المقام۔ (جلد ا، ق ۱۳۰/الف)

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جب انتقال کر گئے اور بہت سارا مال چھوڑ گئے تو ان کے بارے میں لوگوں نے کلام کیا۔ بعض نے کہا ان کے جمع مال کے بارے میں ان سے محاسبہ ہوگا۔ بعض دوسرے لوگ توقف کر رہے تھے۔ اور تاویل کر رہے تھے۔ اس زمانے میں ایک آدمی نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کی موجودگی میں حضرت کعب بن احبار سے ان کے بارے میں سوال کیا۔ وہاں حضرت ابوذر غفاریؓ بھی موجود تھے۔ حضرت کعب بن احبار نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر غصہ ہو گئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ مال جمع کرنے کی وجہ سے انہیں عذاب ہوگا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم کے وعید کے مستحق ہوں گے۔ حضرت کعب بن احبار نے جواب دیا کہ یہ وعید زکوٰۃ کے حکم نازل ہونے سے قبل کے لیے تھا لیکن جب زکوٰۃ کا حکم آ گیا اور اس کی ادائیگی ہو گئی تو مال جمع کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔ حضرت ابوذر نے جب یہ بات سنی تو نہایت غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے۔ اور ارادہ کیا کہ انہیں اپنی لاٹھی سے ماریں لیکن حضرت کعب ان کا احترام کرتے ہوئے

ان کے بالمقابل کھڑے نہیں ہوئے بلکہ وہاں سے فرار ہو گئے۔ اور حضرت عثمانؓ کے یہاں پہنچ گئے۔ دراں حالیکہ حضرت عثمانؓ اپنی مجلس میں جلوہ افروز تھے۔ ان سے انہوں نے مدد طلب کی۔ حضرت ابوذرؓ نے ان کا پیچھا کا یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کی مجلس میں پہنچ گئے اور ان کے سامنے انہیں مارنا چاہا۔ حضرت عثمان نے ان کا قصور معلوم کیا اور انہیں مارنے سے روکا۔ اور فرمایا آپ غلط کہہ رہے ہیں صحیح وہ ہے جو کعب کہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوذر ان سے بحث ومباحثہ کرنے لگے اور حضرت کعب کے مارنے کے درپے ہو گئے۔ اس عمل پر حضرت عثمانؓ نے انہیں ڈانٹا۔ یہاں تک کہا کہ اگر آپ نے کعب کو مارا تو میں بھی آپ کو ماروں گا۔ اس کے بعد انہیں اسکرہ سے نکال دیا اور شام بھیج دیا۔ وہاں پہنچنے پر حضرت ابوذرؓ کے ماننے والے ان سے جھگڑنے لگے۔ حضرت ابوذر نے ان کے جواب میں کہا اگر میرا امیر کوئی حبشی غلام بنا کر بھیج دیا جائے تو اس کی بات مانوں گا اور فرمانبرداری کروں گا۔ پھر جب حضرت ابوذر شام گئے تو وہاں حضرت معاویہ سے اس آیت کے نزول کے بارے میں اختلاف کرنے لگے۔ ایسی صورت میں حضرت عثمانؓ نے انہیں وہاں سے واپس بلا لیا اور ربذہ میں اقامت پذیر کر دیا۔ میں نے شیخ سلمہ اللہ تعالیٰ سے اس مقام پر اسی طرح سنا۔

۲۰-باب فضل صدقة الصحيح الشحيح لقول الله عزوجل يا ايها الذين آمنوا انفقوا مما رزقنا كم ۔الخ۔ ترجمہ:- مال کے حرص اور تندرستی کے وقت میں صدقہ کرنے کی فضیلت اس ارشاد خداوندی کی وجہ سے یا ایہا الذین آمنو انفقوا مما رزقنا کم۔الخ

امام بخاری نے صدقہ کی فضیلت کے بارے میں دو احادیث نقل کی ہیں۔
دوسری حدیث یہ ہے:

حدثنا موسی بن اسمٰعیل نا ابو عوانة عن فِراس عن الشبعی عن مسروق عن عائشة ان بعض ازواج النبی صلی الله علیه وسلم قلن للنبی صلی الله علیه وسلم ایّنا اسرع بك لحوقاً قال اطولکن یداً فاخذوا قصبةً یذرعونها۔ فکانت سودة اطولهن یداً فعلمنا بعد انما کانت طول یدها الصدقة وکانت اسرعنا لحوقاً به صلی الله علیه وسلم وکانت تحب الصدقة۔

ترجمہ:۔ ہم سے موسیٰ بن اسمٰعیل نے بیان کیا۔ ان سے ابوعوانہ نے فراس کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے شعبی سے انہوں نے مسروق سے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی وہ بیان کرتی ہیں کہ بعض ازواج رسولؐ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ ہم میں سب سے پہلے کون آپ سے ملے گا۔ فرمایا جس کا ہاتھ لمبا ہوگا۔ ازواج مطہرات نے چھڑی ہاتھ میں لیکر اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے۔ تو سودہؓ کا ہاتھ لمبا نکلا۔ بعد ازاں ہمیں پتہ چلا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ (سخاوت) ہے چنانچہ (زینب) سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں اور انہیں خیرات کرنا بہت پسند تھا۔

اس حدیث سے بظاہر یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت سودہ کا ہاتھ چونکہ زیادہ لمبا تھا اس لیے انہیں کے بارے میں اشارہ کیا جا رہا ہے کہ وہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں گی۔ جبکہ یہاں صورت حال دوسری ہے۔ جس کی طرف شاہ صاحب وضاحت فرماتے ہیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے اس حدیث کے ایک جملہ و کانت اسرعنا لحوقا بہ کے تحت لکھا ہے کہ کانت اسرعنا کی ضمیر مرفوع حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی طرف نہیں لوٹ رہی ہے جیسا کہ بظاہر عبارت سے سمجھا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس کی ضمیر حضرت زینب بنت جحش کی طرف لوٹ رہی ہے۔ جیسا کہ اس کی صراحت مستدرک حاکم وغیرہ کی روایات میں ملتی ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

الضمیر المرفوع فی قولہ وکانت اسرعنا لیس بعائد الی سودۃ وان کان ظاھر العبارۃ یوھم ذالک بل ھو عائد الی زینب بنت جحش کما وقع التصریح بہ فی حدیث الحاکم وغیرہ۔ من الشیخ المحدث سلمہ اللہ عطاءً علّی۔ (جلد ۱، ۱۳۱/الف)

ترجمہ آپ کے قول کانت اسرعنا کی ضمیر مرفوع حضرت سودہ کی طرف نہیں لوٹتی۔ گرچہ ظاہر عبارت سے اس کا گمان ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی ضمیر حضرت زینب بنت جحش کی طرف لوٹتی ہے۔ جیسا کہ اس کی صراحت حاکم اور دوسرے محدثین کی احادیث میں ملتی ہے۔ شیخ المحدث سلمہ اللہ نے مجھ سے ازراہ عنایت فرمایا۔

۲۱- باب لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ ۔ ترجمہ: پانچ وسق سے کم پر زکوۃ فرض نہیں۔

امام بخاری نے پانچ وسق سے کم ہونے پر زکوۃ کے عدم وجوب پر یہ باب باندھا ہے۔ جس کے تحت ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنا مسدد نا یحیی نا مالک نی محمد بن

عبدالله بن عبدالرحمن بن ابی صعصعة عن ابیه
عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی الله علیه
وسلم قال لیس فیما اقل من خمسة او سق صدقة
ولا فی اقل من خمسة من الابل الذو دصدقة
ولافی اقل من خمسة اواق من الورق صدقة۔

ترجمہ:- ہم سے مسدد نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے یحیٰ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے مالک نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ نے اپنے والد سے۔ انہوں نے ابوسعید الخدری سے روایت کی انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ وسق سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ پانچ اونٹوں سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ اور نہ پانچ اوقیہ چاندی سے کم پر زکوٰۃ ہے۔

اس حدیث میں ''اواق'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جو تشریح طلب ہے کیونکہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لفظ کیا ہے اور اس کی مقدار کیا ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے اس سلسلے میں اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ اوقیہ کی جمع ہے۔ اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے۔ ہمارے دیار کے وزن کے لحاظ سے پانچ اوقیہ ۵۶ اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔ جس کی زکوٰۃ ڈیڑھ اوقیہ ہوگی۔ پھر اس کے بعد ہر چالیس اوقیہ میں ایک اوقیہ زکوٰۃ دینی ہوگی۔

شاہ صاحب کی تحقیق کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

جمع اوقیة وھی اربعین درھماً فخمسة اواق علی
وزن دیھار ناسیت وخمسون اوقیة وزکوتہ .

احدلو نصف اوقیہ ثم بعدذالک فی کل اربعین
اوقیۃ واحدۃ کذا سمعت ۔ (جلد اول، ق ۱۳۸/الف)

ترجمہ:- (اواق) اوقیہ کی جمع ہے۔ جو چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ پس ہمارے دیار کے وزن کے لحاظ سے پانچ اوقیہ ۵۶ اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔ جس کی زکوٰۃ ۱½ اوقیہ ہوگی۔ پھر اس کے بعد ہر چالیس اوقیہ پر ایک اوقیہ زکوٰۃ فرض ہوگی۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۲۴-باب قول الله عزوجل وتزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ترجمہ:اللہ تعالیٰ کے قول وتزودوا فان خیر الزاد التقوی کا باب۔

امام بخاری نے کتاب الحج کے ذیل میں مذکورہ باب باندھا ہے۔ اس میں امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سامان حج میں بہترین توشہ تقویٰ (پرہیزگاری) ہے اس کے ذیل میں ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنی یحیی بن بشرنا شبابۃ عن ورقاء عن عمرو بن دینار عن عکرمہ عن ابن عباس قال کان اھل الیمن یحجون ولا یتزودون ویقولون نحن المتوکلون فاذا قدموا مکۃ سألوا الناس فانزل اللہ تعالیٰ وتزودوا فان خیر الزاد التقوی۔

ترجمہ:- مجھ سے یحییٰ بن بشر نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ان سے شبابہ نے بیان کیا۔ انہوں نے ورقاء سے انہوں نے عمرو بن دینار سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے فرمایا۔ اہل یمن حج کرتے تھے لیکن توشہ نہیں لے جاتے اور کہتے کہ ہم لوگ متوکلین میں سے ہیں جب وہ مکہ پہنچتے تو دست سوال پھیلاتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے وتزودوا فان خیر الزاد التقوی والی آیت نازل کی۔

شاہ صاحب نے مذکورہ آیت کی بڑی اچھی تشریح کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خیرالزاد التقویٰ سے مراد بہترین فائدے کا وہ توشہ لے جانا ہے جو آدمی کو سوال کرنے، چوری کرنے اور حرص و طمع سے محفوظ رکھے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے:

ای خیر فوائد اتخاذ الزاد هو التعفف عن السوال والسرقة و الطمع كذا سمعت۔ (جلد ا، ق ۱۳۱/الف)

ترجمہ:- بہترین فائدے کی چیز وہ توشہ لے جانا ہے جو آدمی کو سوال کرنے چوری کرنے اور حرص کرنے سے روک دے۔ میں نے اسی طرح سنا۔

۲۳- باب الوقوف بعرفة۔ ترجمہ: عرفات میں قیام کا باب۔

امام بخاری نے وقوف عرفہ کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ جس کے تحت دو احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا علی بن عبدالله نا سفيان نا عمرو نا محمد بن جبير بن مطعم عن ابيه قال كنت اطلب بعير الى ح و نا مسدد نا سفيان عن عمرو انه سمع محمد بن جبير عن ابيه جبير بن مطعم قال جبير بن مطعم اضللت بعيرا لى فذهبت اطلبه يوم عرفة فرايت النبى صلى الله عليه وسلم واقفا بعرفة فقلت هذا والله من الحمس فما شانه ههنا۔

ترجمہ:- ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے عمرو نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا میرا اونٹ گم ہو گیا۔ میں عرفہ کے دن اسے ڈھونڈ رہا تھا۔ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں کھڑے دیکھا۔ میں نے کہا بخدا یہ قمس سے
تعلق رکھتے ہیں۔ یہ یہاں کیا لینے آئے ہیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث کے ذیل میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے علاوہ ہجرت سے قبل ایک اور حج کیا تھا۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے:

اعلم انه يفهم من هذاالحديث انه صلى الله عليه
وسلم حج حجة آخر قبيل الهجرة سوى حجة
الوداع۔ كذاسمعت۔ (جلد ا، ق ۱۵۳/ب)

ترجمہ:- جان لو۔ اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل حجۃ الوداع کے علاوہ ایک اور حج کیا تھا۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۲۴- باب من اشترى هدية من الطريق وقلدها۔ ترجمہ: جو شخص قربانی کا جانور راستہ میں خریدے اور اسے ہار پہنائے۔

امام بخاری نے قربانی کے جانور خریدنے اور اسے ہار پہنانے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے جس کے تحت ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنا ابراهيم بن المنذر نا ابو ضمره نا موسى بن
عقبه عن نافع قال اراد ابن عمر الحج عام
حجة الحرورية فى عهد ابن الزبير فقيل له ان الناس
كائن بينهم قتال و نخاف ان يصدوك فقال لقد
كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة اذاً، اصنع كما

صنع اشهد كم انی اوجبت عمرة حتی اذا کان بظاهر البیداء قال ماشان الحج والعمرة الا واحد اشهد کم انی جمعت الحجۃ مع عمر تی واهدی هدیا مقلدا اشتراه حین قدم فطاف بالبیت وبالصفا والمروة ولم یزد علی ذالك ولم یحلل من شئی حرم منه حتی یوم النحر فحلق و نحر ورای ان قدقضی طوافه الحج والعمرة بطوافه الاول ثم قال کذالك صنع النبی صلی الله علیه وسلم۔

ترجمہ:- ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا انہوں نے کہا۔ ہم سے ابوضمرہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت نافع سے بیان کیا۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے اس سال حج کا ارادہ کیا جس سال حروریہ کے خوارج نے ابن الزبیر کے عہد خلافت میں حج کا ارادہ کیا تھا۔ ان سے کہا گیا اس سال جنگ کا خطرہ ہے اور ہمیں خدشہ ہے کہ آپ کو روک نہ دیا جائے۔ انہوں نے جواب میں کہا" تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نمونہ ہیں۔ میں وہی کچھ کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ (بھی) واجب کرلیا۔ جب بیداء کے میدان میں پہنچے تو فرمایا حج اور عمرہ ایک ہی تو چیز ہے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے حج اور عمرہ ملا دیا۔ اور ہار پہنایا ہوا جانور بھی ساتھ لے لیا۔ حتی کہ مکہ میں پہنچے۔ کعبہ اور صفا اور مروہ کا طواف کیا اور اس میں مزید اضافہ نہیں کیا اور حالت احرام میں جو امور ممنوع ہیں انہیں جائز نہ سمجھا۔ یہاں تک کہ قربانی کے دن

سر منڈا کر قربانی کی۔ اور سوچا کہ ان کا پہلا طواف ہی حج اور عمرہ کے طواف کے لیے کافی ہے۔ پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا ہے۔

اس حدیث میں عام حجۃ الحروریہ (سال حروریہ) کی عبارت ملتی ہے۔ جس کی وضاحت ضروری تھی۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس سال کو سال محاصرہ ابن الزبیر بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں ایک مناسبت ہے۔ وہ یہ ہے کہ قصہ تحکیم کے بعد جس طرح حروراء کے خوارج نے حضرت علی کے خلاف بغاوت کردی تھی۔ اسی طرح اس باغی جماعت نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے جنگ کی تھی۔ شاہ صاحب کی اصل عبارت یہ ہے:

سمی عام محاصره ابن الزبير ايضا بعام الحرورية لمناسبة بينهما انه كما كانو الخوارج الحروراء بغوا على خليفة حق يعني على رضي الله عنه بعد قصة التحكيم كذالك الفئة الباغيه حاربوا عن عبدالله بن الزبير۔ كذا سمعت۔

(جلد ا، ق ۱۵۶ ؍ الف)

ترجمہ:- سال حروریہ کو سال محاصرہ ابن الزبیر بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں ایک مناسبت ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح حروراء کے خوارج نے قصہ تحکیم کے بعد حضرت علی سے بغاوت کردی تھی اس طرح انہوں نے عبداللہ بن الزبیر سے جنگ کی تھی۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۲۵- باب يفعل بالعمرة مايفعل بالحج۔ ترجمہ: جو حج کے افعال ہیں وہی عمرہ کے

افعال ہیں۔

امام بخاری نے حج اور عمرہ کے یکساں اعمال ثابت کرنے کے لیے یہ باب باندھا ہے۔ جس کے تحت دو احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا ابو نعیم نا ھمام نا عطاء قال حدثنی صفوان بن یعلی بن امیہ عن ابیہ ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو بالجعرانۃ وعلیہ جبۃ وعلیہ اثر الخلوق اوقال صفرۃ فقال کیف تامرنی ان اصنع فی عمرتی فانزل اللہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فستر بثوب فقلت لعمر و وددت انی قد رأیتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد انزل علیہ الوحی فقال عمر تعال ایسرك ان تنظر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و قد انزل اللہ علیہ الوحی قلت نعم فرفع طرف الثوب فنظرت الیہ ولہ غطیط واحسبہ قال کغطیط البکر فلما سری عنہ قال این السائل عن العمرۃ اخلع عنك الجبۃ واغسل اثر الخلوق عنك وانق الصفرۃ واصنع فی عمرتك کما تصنع فی حجك۔

ترجمہ:- ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے عطاء نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے صفوان بن یعلی بن امیہ نے اپنے والد سے بیان کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ جعرانہ میں

تشریف رکھتے تھے۔اس شخص نے جوبہ زیب تن کر رکھا تھا جس پر خوشبو یا زعفران کا اثر تھا۔اس نے سوال کیا آپ مجھے عمرہ کے دوران کن امور کا حکم دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی۔آپ پر کپڑا تانا گیا۔اور میری خواہش تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترتی دیکھوں حضرت عمر نے کہا آؤ! کیا تم چاہتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتے ہوئے دیکھو؟ میں نے کہا ہاں! انہوں نے کپڑا کا ایک کونہ سرکایا تو میں نے دیکھا آپ خراٹے لے رہے ہیں۔میرے خیال میں انہوں نے کہا اونٹ کی طرح خراٹے لے رہے ہیں۔جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا عمرہ کی بات بولنے والا کدھر گیا۔(اسے چاہیے کہ) اپنا جوبہ اتار دے خوشبو زائل کر دے اور زعفران کو دھوڈالے اور عمرہ میں وہی کرے جو حج میں کیا جاتا ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں عمرہ کرنے والے کو خوشبو زائل کرنے اور زعفران دھوڈالنے (اغسل اثر الخلوق عنک وانق الصفرة) کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔یہ امام شافعی کے مسلک کے خلاف ہے۔کیونکہ ان کے یہاں احرام سے قبل خوشبو لگانے سے کوئی حرج نہیں ہوتا۔شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں دھونے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ خوشبو کی وجہ سے نہیں بلکہ زرد رنگ کی وجہ سے دیا گیا ہے۔اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

> ھذا یخالف مذھب الشافعی حیث لا یبالی بالطیب ان استعمل قبل الاحرام لکن سمعت عن الشیخ المحدث انه امر الغسل لعلة اللون الاصفر لا الطیب۔ (جلد ا،ق ۱۶۳ب)

ترجمہ:- یہ حدیث امام شافعی کے مسلک کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ احرام سے قبل خوشبو استعمال کرنے کو منع نہیں کرتے۔ میں نے شیخ المحدث (شاہ ولی اللہ) سے سنا ہے کہ دھونے کا حکم خوشبو کی وجہ سے نہیں بلکہ زرد رنگ کی وجہ سے دیا گیا ہے۔

۲۶-باب من قال لیس علی المحصر بدل۔ ترجمہ: اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے روک دیئے جانے والے پر قضا لازم نہیں۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت دو احادیث نقل کی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص قربانی کا جانور لے جانے سے روک دیا جائے تو اس پر قضا ضروری نہیں۔

دوسری حدیث یہ ہے:

حدثنا اسمٰعیل نی مالك عن نافع ان عبدالله بن عمر قال حین خرج الی مکة معتمرا فی الفتنة ان صددت عن البیت صنعنا کما صنعنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فاهل بعمرة من اجل ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اهل بعمرة عام الحدیبیة ثم ان عبدالله بن عمر نظر فی امره فقال ما امرهما الا واحد فالتفت الی اصحابه فقال ما امرهما الا واحد اشهد کم انی قد اوجبتُ الحج مع العمرة ثم طاف لهما طوافاً واحد اورای ان ذالك مجزء اً عنه واهدی۔

ترجمہ:- ہم سے اسمٰعیل نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مجھ سے مالک نے نافع سے بیان کیا انہوں نے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب فتنہ کے زمانہ میں

عمرہ کی غرض سے مکہ کی طرف چلے تو کہا اگر ہمیں روک دیا گیا تو ہم اس طرح کریں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا پھر عبداللہ بن عمر نے سوچا یہ دونوں (حج اور عمرہ) ایک ہی تو چیز ہیں۔ اپنے دوستوں کو متوجہ کرتے ہوئے کہا ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ میں تمہیں گواہ بنا کر اپنے اوپر عمرہ کے ساتھ حج کو لازم قرار دیتا ہوں پھر دونوں کے لیے ایک ہی طواف کیا اور ان کے خیال میں یہ کافی تھا۔ اور قربانی کا جانور بھی ساتھ لے گئے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث کی آخری سطر میں "مجزءا" کا لفظ ملتا ہے۔ جس کے بارے میں شاہ صاحب کا خیال ہے کہ یہ فعل "رای" کا مفعول ہے بغیر "ان" کے یا اس کو خبر مانا جائے تاکہ "لو" مقدر ہو، اور اس صورت میں یہ ان لوگوں کے مسلک کی تائید ہے جو کہتے ہیں کہ "ان" دونوں جزو کو نصب کرتا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے:

علی النصب مفعول رای بدون لفظ ان او یکون خبرا لیکون المقدر او علی مذهب من ذهب ان ینصب الجزائین کذا سمعت۔ (جلد اول ۲۱۵ ب)

ترجمہ: "مجزءا" حالت نصب میں ہے جو رای کا مفعول ہے بغیر لفظ ان کے' یا یہ خبر ہے تاکہ "لو" مقدر ہو یا ان لوگوں کے مسلک کے مطابق ہوگا جو کہتے ہیں کہ "ان" دونوں جزو کو نصب کرتا ہے۔

۱۷- باب حج المرأۃ عن الرجل۔ ترجمہ: عورت کا حج مرد کی طرف سے۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت ایک حدیث نقل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے۔ حدیث یہ ہے:

حدثنا عبدالله بن مسلمه عن مالك عن مالك عن ابن شهاب عن سليمان بن يسار عن عبدالله بن عباس قال كان الفضل رديف النبي صلى الله عليه وسلم فجاء ت امرأة من خثعم فجعل الفضل ينظر اليهاو تنظر اليه و جعل النبي صلى الله عليه وسلم يصرف وجه الفضل الى الشق الاخر فقالت ان فريضة الله ادركت ابي شيخاً كبيراً لايثبت على الراحله افاحج عنه قال نعم و ذالك في حجة الوداع۔

ترجمہ:۔ ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے مالک سے بیان کیا۔ انہوں نے شہاب سے اور انہوں نے سلیمان بن یسار سے روایت کی انہوں نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی۔ انہوں نے کہا فضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سوار تھے۔ بنو خثعم کی ایک عورت آئی۔ فضل اس کی جانب اور وہ ان کی جانب دیکھنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا منہ دوسری طرف موڑنے لگے۔ وہ بولی اے اللہ کے رسول میرے باپ پر حج فرض ہے۔ لیکن وہ (ضعف کے باعث) سواری پر بیٹھ نہیں سکتے۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں۔ فرمایا ہاں! یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں سوال کرنے والی عورت ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بعض روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سوال کرنے والا مرد تھا۔ اور اس روایت سے بھی مرد کے عورت کی طرف سے حج کرنے کے سلسلے میں دلیل حاصل کی گئی ہے۔ امام بخاری نے باب حج

المرأۃ عن الرجل قائم کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ مشہور روایت یہی ہے کہ سوال کرنے والی عورت تھی اور مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے:

جاء في بعض الروايات ان السائل كان رجلا وهذه الرواية تمسك بهافي مسئلة حج الرجل عن المرأة فاشار البخاريؒ الى ان الرواية المشهورة انها كانت امرأة ۔ من الشيخ ولى الله سلمه الله تعالىٰ۔
(جلد۱، ق۱۶۹/الف)

ترجمہ:۔ بعض روایت میں آیا ہے کہ سائل مرد تھا۔ اور اس روایت سے مرد کے عورت کی طرف سے حج کرنے کے سلسلے میں دلیل قائم کی گئی ہے۔ اس لیے بخاری نے اشارہ کر دیا کہ مشہور روایت یہی ہے کہ وہ عورت تھی۔ شیخ ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

۲۸- باب اجود ما كان النبى صلى الله عليه وسلم يكون فى رمضان۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں غیر معمولی سخاوت کرتے تھے۔

امام بخاری نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت جود وسخاوت کے بارے میں یہ باب باندھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ رمضان مبارک کے مہینے میں آپ سب سے زیادہ جود وسخاوت فرماتے تھے۔ اس باب کے ذیل میں امام بخاری نے ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنا موسى بن اسمعيل نا ابراهيم بن سعدانا ابن شهاب عن عبيدالله بن عبدالله بن عتبه ان ابن عباس قال كان النبى صلى الله عليه وسلم اجود الناس بالخير و كان اجود ما يكون فى رمضان

جود بلقاه جبرئیل علیه السلام و کان جبرئیل یلقاه کل لیلة فی رمضان حتی ینسلخ، یعرض علیه النبی صلی الله علیه وسلم القرآن فاذا لقیه جبرئیل کان اجود بالخیر من الریح المرسلہ۔

ترجمہ:- ہم سے موسیٰ بن اسمٰعیل نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا۔ انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن عباس سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی خیر خواہی میں بہت زیادہ فیاض تھے۔ جبرئیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے حتی کہ رمضان گذر جاتا۔ آپ جبرئیل کے سامنے قرآن مجید پڑھتے۔ جب جبرئیل آپ سے ملتے تو آپ تیز رفتار ہوا سے بھی زیادہ فیاض ہو جاتے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

امام بخاری نے اجود ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی رمضان کا جو باب باندھا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ رمضان المبارک میں زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ شاہ صاحب اس ترجمہ الباب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ لیکن جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو آپ کی سخاوت ان سب سے زیادہ ہونے لگتی تھی۔ اس صورت میں امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں جود (سخاوت) کی جو نسبت ما کان کی طرف اشارہ کی ہے وہ مجاز عقلی کی بنا پر ہے۔ شاہ صاحب کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

الاظهر عندی فی معنی ترجمة الباب ان اسناد الجود

الی ما کان المفهوم من احود ما کان مجاز عقلی والتقدیر احوداکوان النبی صلی الله علیه وسلم یتحقق فی رمضان والحاصل ان الکون الاجود من اکوان النبی صلی الله علیه وسلم یتحقق فی رمضان فیکون کونه فی رمضان اجود من سائرا کوانه واجودة الکون مجاز والحقیقة هو صلی الله علیه وسلم اجود فی وقته ذالک من سائرا وقاته فنسب الجود الی ذالک الکون اعنی کونه وتحققه فی رمضان مجازا۔ من فوائد الشیخ المحدث دام فضله وظله علینا۔ (جلد، ق۱۷۳، الف)

ترجمہ:۔ ترجمۃ الباب کے معنی میں میرے نزدیک واضح بات یہ ہے کہ جود کی نسبت جو ما کان کی طرف کی گئی ہے جیسا کہ اجود ما کان سے سمجھ میں آتا ہے۔ مجاز عقلی ہے۔ اس صورت میں عبارت یہ ہوگی۔ اجواد اکوان النبی صلی الله علیه وسلم یتحقق فی رمضان حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ سخی ہونا رمضان المبارک میں ہوتا تھا۔ پس رمضان المبارک میں آپ کا زیادہ سخی ہونا دوسری تمام زیادہ سخاوتوں کے مقابلہ میں مجازا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اوقات میں زیادہ سخاوت کرنے کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک میں زیادہ سخی ہوتے تھے۔ پس سخاوت کی نسبت رمضان المبارک میں مجازا ہے۔ شیخ المحدث دام فضلہ وظلہ علینا کے افادات سے۔

۲۹-باب قول النبی لانکتب و لا نحسب۔ ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ

ہم حساب کتاب کرنا نہیں جانتے۔

امام بخاری نے اس باب میں آنحضرت کا قول نقل کیا ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ ہم حساب کتاب کرنا نہیں جانتے۔ اس کے ذیل میں ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنا آدم نا شعبة نا الاسود بن قيس ناسعيد بن عمرو انه سمع ابن عمر عن النبی صلی الله عليه وسلم انه قال انا امة امية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا هكذا يعنى مرة تسعة وعشرين ومرة ثلثين۔

ترجمہ:۔ ہم سے آدم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے اور ان سے اسود بن قیس نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ان سے سعید بن عمر نے بیان کیا۔ انہوں نے ابن عمر سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم امی امت ہیں۔ ہم حساب کتاب کرنا نہیں جانتے۔ مہینہ اتنے اتنے دنوں یعنی کبھی انتیس اور کبھی تیس کا ہوتا ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری نے کتاب الصوم کے ذیل میں اس باب کو کیوں باندھا ہے۔ جبکہ یہ عربوں کے علم حساب سے عدم واقفیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ شاہ صاحب نے اس سوال کو خود ہی اٹھایا ہے اور پھر خود ہی اس کا عالمانہ جواب دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ چونکہ اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور بعض علماء نے علم نجوم کا حساب مراد لیا ہے۔ اس لیے امام بخاری نے یہاں اس کا ذکر کر کے اس خیال کو رد کیا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے:

قوله باب قول النبی "لانکتب ولا نحسب الخ۔ فان

قلت ماوجه ادخال البخاری هذاالباب فی کتاب الصیام ، قلت اختلف الناس فی معنی قوله صلی الله علیه وسلم فاقدرواله فقال بعضهم معناه اقدرواله بحساب التنجیم ذکر هذاالقول البغوی فی شرح السنةعن جماعة من العلماء ۔ فارا دالبخاری الرد علی ذالك وقال قدبین النبی صلی الله علی وسلم ان العرب امة امية وليس عندهم حساب فمن المحال ان یامرهم النبی صلی الله علیه وسلم بما یعلم انهم علی مراحل من معرفته۔من الشیخ المحدث ولی الله دام ظله علینا۔(جلد۱،ق۲۷ب)

ترجمہ:- امام بخاری کا قول کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لانکتب ولانحسب (ہم حساب کتاب کرنا نہیں جانتے) اگر آپ سوال کریں کہ امام بخاری نے اس باب کو کتاب الصوم کے ذیل میں کیوں بیان کیا ہے۔تو میں کہوں گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فاقدرواله (شعبان کو تیس دن شمار کرو) کے معنی میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ بعض علماء نے کہا کہ اس سے مراد نجوم کے حساب سے معلوم کرنا ہے۔اس قول کو امام بغوی نے شرح السنۃ میں علماء کے ایک گروہ سے نقل کیا ہے۔امام بخاری نے یہاں اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کی ہے کہ عرب ناخواندہ قوم ہیں۔ان کے یہاں حساب کتاب کا کوئی ضابطہ وقانون نہیں تھا۔اس لیے یہ محال بات ہے کہ آپ عربوں کو ایسی بات کے لیے حکم صادر فرمائیں جس کی

پہچان میں انہیں مختلف مراحل سے گذرنا پڑے۔ شیخ المحدث ولی اللہ دام ظلہ علینا سے نقل کیا گیا۔

۳۰- باب السواك الرطب واليابس للصائم - ترجمہ:- روزہ دار کا تر اور خشک مسواک کرنا۔

امام بخاری نے روزہ دار کا مسواک کرنے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ اس کے تحت دو احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

ويذكر عن عامر بن ربيعه قال رايت النبي صلى الله عليه وسلم يستاك وهو صائم مالا احصى او اعد وقالت عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم السواك مطهرة للفم مرضاة للرب وقال عطاء وقتاده يبتلع ريقه۔ وقال ابوهريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم لولا ان اشق على امتي لا مرتهم بالسواك عند كل وضوء۔ ويروى نحوه عن جابر و زيد بن خالد عن النبي صلى الله عليه وسلم ولم يخص الصائم من غيره۔

ترجمہ:- عامر بن ربیعہ سے بیان کیا جاتا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اتنی بار مسواک کر رہے ہیں کہ میں شمار نہیں کر سکتا حالانکہ آپ روزہ سے ہیں۔ حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ مسواک منہ کو صاف رکھنے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا ذریعہ ہے۔ عطاء اور قتادہ کہتے ہیں آپ اپنا تھوک نگل لیتے تھے۔ ابوہریرہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اپنی

امت کے لیے دشوار نہ سمجھتا تو ہر نماز کے لیے مسواک لازم قرار دیتا۔اسی طرح جابر اور زید بن خالد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔اس میں روزہ دار اور غیر روزہ دار کی کوئی تخصیص نہیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

امام بخاری نے روزہ دار کے خشک اور تر مسواک کرنے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے السواك مطهرة للفم الخ والی حدیث اس باب کے ذیل میں کیوں بیان کیا ہے۔کیونکہ اس حدیث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ مسواک کرنا منہ کی پاکیزگی اور خدا کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔شاہ صاحب نے اس سوال کو خود ہی اٹھایا ہے اور پھر خود ہی اس کا عالمانہ جواب دیا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے ایسا کر کے ایک لطیف حسن کی طرف اشارہ کیا ہے۔جس کی طرف لوگوں کی کم توجہ جاتی ہے۔امام بخاری درحقیقت امام شافعی کے استدلال کا جواب دیتے ہیں۔استدلال یہ ہے کہ مسواک روزہ دار کے منہ کی بدبو زائل کردیتی ہے۔جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔امام بخاری اسکا جواب دیتے ہیں کہ جب روزہ دار ئے منہ کی بدبو خدا کے نزدیک پسندیدہ شئی ہے تو مسواک کے ذریعہ اس کا زائل کرنا بھی خدا کے نزدیک پسندیدہ عمل ہوگا۔کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک کرنا خدا کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔اب اصل عبارت ملاحظہ کیجئے۔

قوله السواك مطهرة للفم الخ ادخل البخاری هذا الحديث فی هذا الباب لمعنی لطيف قلما ينبه له وهو الجواب عن استدلال الشافعی بان السواك يزيل خلوف الصائم المحبوب عندالله تعالیٰ وتقرير

الجواب ان الخلوف وان كان محبوباً عندالله تعالىٰ فازالته بالسواك ايضاً محبوبة لقوله صلى الله عليه وسلم مرضاة للرب ۔من الشيخ المحدث ولى الله سلمه الله تعالیٰ ۔(جلد۱، ق۱۷۵رب)

ترجمہ:-آپ کا قول السواك مطهرة للفم الخ۔امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں ایک لطیف معنی کی وجہ سے داخل کیا ہے۔جس کی طرف دھیان کم جاتا ہے۔اور وہ امام شافعی کے استدلال کا جواب دیتا ہے۔استدلال یہ ہے کہ مسواک روزہ دار کے منہ کی بدبو زائل کردیتی ہے۔جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔تقریر جواب یہ ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو گرچہ اللہ کے نزدیک محبوب ہے لیکن مسواک کے ذریعہ اس کا زائل کرنا بھی اس لیے پسندیدہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمادیا ہے۔مرضاة للرب یعنی مسواک کرنا اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ شیخ المحدث ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔

۳۱-باب متى يقضى قضاء رمضان ۔ ترجمہ:-رمضان کے قضا روزے کب رکھے جائیں۔

امام بخاری نے اس باب میں قضاء رمضان کے سلسلے میں دو احادیث نقل کی ہیں۔پہلی حدیث یہ ہے۔

وقال ابن عباس لا بأس ان يفرق لقول عزوجل فعدة من ايام اخر وقال سعيد بن المسيب فى صوم العشر لايصلح حتى يبدأ برمضان وقال ابراهيم اذا فرط حتى جاء رمضان آخر يصومهماولم يرعليه طعاماً

ويذكر عن ابی هريرة مرسلا وابن عباسؓ انه يطعم ولم يذكر الله الاطعام انما قال فعدة من ايام اخر۔

ترجمہ:- ابن عباسؓ فرماتے ہیں الگ الگ روزہ رکھنے میں کوئی قباحت نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے فعدۃ من ایام اخر۔ یعنی دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلو۔ سعید بن المسیب نے کہا ذی الحجہ کے روزے اس وقت تک اچھے نہیں جب تک رمضان کے قضا روزے نہ رکھ لے۔ ابراہیم (نخعی) نے کہا اگر غفلت کے سبب دوسرا رمضان (بھی) آ گیا تو دونوں کے روزے رکھے۔ اس پر فدیہ کو واجب نہیں سمجھا۔ ابو ہریرہ سے مرسلاً اور ابن عباس سے منقول ہے کہ وہ کھانا کھلائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کھلانے کی شرط نہیں رکھی بلکہ صرف اتنا فرمایا دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ علماء کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ کسی شخص کے رمضان کا روزہ کسی عذر سے چھوٹ جائے تو دوسرے رمضان کی آمد تک اس کی قضا نہ کرے۔ جب دوسرا رمضان آجائے تو ہر روزہ کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ یہی قول امام مالک اور امام شافعی کا ہے۔ شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں کہ گویا ان علماء کرام نے قرآنی آیت وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين سے اس مسئلے کو مستنبط کیا ہے جبکہ بعد میں قضا کا حکم آ گیا۔ تو ایسی صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو لوگ فدیہ دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ قضا روزہ رکھیں۔ ایسی صورت میں امام بخاری پر نہایت تعجب ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ اللہ تعالیٰ نے اطعام (یعنی کھلانے) کے لیے نہیں کہا۔ بلکہ

دوسرے دنوں میں روزہ رکھنے کے لیے کہا۔ لہذا یہاں بہت غور کرنے کی بات ہے۔ اصل عبارت یہ ہے:

قوله ولم يذكر الاطعام آه ذهب جمع من التابعين الى ان من فاته شئ من صيام رمضان لعذر فلم يقضه حتى جاء رمضان آخر فعليه فدية طعام مسكين مكان كل صوم وبه قال مالك والشافعي۔ اقول وكانهم استنبطوا ذالك من قوله تعالىٰ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين بعد الامر بالقضاء فكان المعنى وعلى الذين يطيقون القضاء ولا يقضون فدية طعام مسكين وعلى هذا فليس العجب الا من البخارى حيث قال ولم يذكر الاطعام فتامل حق التامل۔ شيخ المحدث سلمه الله۔ (جلد ۱، ق ۱۷۷/الف)

ترجمہ:- امام بخاری کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے کھلانے کو نہیں کہا ہے۔ تابعین کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ اگر کسی شخص کا رمضان کا روزہ کسی عذر کی بنا پر چھوٹ جائے تو اس کی قضا دوسرے رمضان کے آنے تک نہ کرے بلکہ جب دوسرا رمضان آجائے تو ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ یہی قول امام مالک اور امام شافعی کا ہے۔ میں کہتا ہوں گویا ان حضرات نے اللہ تعالیٰ کے قول وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے جبکہ اس کے بعد قضا کا حکم آچکا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ تھا کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں انہیں روزہ

کا قضا لازمی ہوگا۔ انہیں مسکین کا کھلانا جائز نہ ہوگا۔ ایسی صورت میں
امام بخاری پر نہایت تعجب ہے کہ انہوں نے ولم یذکر الاطعام
کہا۔ شیخ المحدث سلمہ اللہ نے فرمایا۔ اس پر پوری طرح غور کرو۔

۳۲-باب مایذکر من صوم النبي صلى الله عليه وسلم وافطاره -

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا باب۔

امام بخاری نے یہ باب آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہ رمضان میں روزہ رکھنے اور افطار کرنے کے سلسلے میں قائم کیا ہے۔ جس کے ذیل میں تین احادیث نقل کی ہیں۔ آخری حدیث یہ ہے:

حدثنی محمد انا ابو خالد الاحمر انا حمید قال سألت انسا عن صیام النبی صلی الله علیه وسلم قال ما کنت احب ان اراه من الشهر صائما الا رأیته ولا مفطرا الا رأیته ولا من اللیل قائما الا رأیته ولا نائماً الا رأیته ولا مست خزة ولا حریرة الین من کف رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا شممت مسکة ولا عنبرة اطیب رائحة من رائحة رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

ترجمہ:- محمد نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ان سے ابو خالد الاحمر نے بیان کیا ان سے حمید نے روایت کی انہوں نے کہا میں نے حضرت انس سے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا میں آپ کو روزہ کی حالت میں کسی مہینہ دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا اور افطار کی حالت میں دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا۔ اور (اسی طرح) رات کو سوتے جاگتے جس حالت میں چاہتا دیکھ لیتا۔ کوئی حریا اور دیبا

(کا ٹکڑا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نرم اور کوئی مشک و عنبر کی خوشبو آپ کی خوشبو سے بڑھ کر نہ تھی۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں اطیب رائحة من رائحه یعنی آپؐ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہ تھی فرمایا گیا۔ حضرت شاہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ خوشبو آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے نکلتی تھی جو بلا کسی خارجی خوشبو کے استعمال کے ہوتی تھی اصل عبارت یہ ہے:

كان ذالك الرائحة فائحامن جسمه الشريف بلا دخل لاستعمال الطيب۔ كذا سمعت عن الشيخ۔

(جلد ا، ق ۱۷۹ الف)

ترجمہ:- یہ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف سے نکلتی تھی جو بلا خارجی خوشبو کے استعمال کے ہوتی تھی۔ میں نے اسی طرح شیخ سے سنا۔

☆☆☆

صحیح البخاری جلد دوم HL.No. 442B

۳۳-باب شراء الابل الهیم او الاجرب ـ الهائم المخالف للقصد فی کل شیء۔ ترجمہ: استسقا کے مریض یا خارش زدہ اونٹ کی تجارت کا باب۔ ہائم کے معنی ہیں ہر چیز میں میانہ روی کے خلاف کرنے والا۔

یہ کتاب البیوع کا ایک باب ہے۔ جس میں استسقا کے مریض یا خارش زدہ اونٹ کی تجارت کے بارے میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے۔ حدیث یہ ہے۔

حدثنا علی بن عبدالله ناسفیان قال قال عمرو کان هنا رجل اسمه نواس و کانت عنده ابل هیم فذهب ابن عمر فاشتری تلك الابل من شریك له فجاء الیه شریکه فقال بعنا تلك الابل فقال ممن بعتها قال من شیخ کذا و کذا۔ فقال ویحك ذاك والله ابن عمر فجاءه فقال ان شریکی باعك ابلاً هیما ولم یعرفك قال فاستقها فلما ذهب یستاقها قال دعها رضینا بقضاء رسول الله صلی الله علیه وسلم لاعدوی۔ سمع سفیان عمروا۔

ترجمہ:- ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا انہوں نے کہا عمرو (بن دینار) نے روایت کی کہ یہاں نواس

نامی ایک شخص کے پاس مرض استسقا میں مبتلا ایک اونٹ تھا۔ ابن عمر نے جاکر اس کے ایک ساتھی سے وہ اونٹ خرید لیا۔ چنانچہ اس نے اپنے ساتھی سے جاکر کہا کہ ہم نے اونٹ بیچ دیا ہے اس نے دریافت کیا کس نے؟ اس نے کہا فلاں شکل وصورت کے ایک بزرگ کے ہاتھ، اس نے کہا تم پر افسوس وہ تو ابن عمر تھے۔ پھر وہ ابن عمر کے پاس آیا اور کہا میرے ایک ساتھی نے آپ کے یہاں ایک اونٹ بیچا ہے جو استسقا کا مریض ہے۔ اور اس نے آپ کو بتایا نہیں۔ آپ نے فرمایا اسے ہانک کر لے جاؤ جب وہ لے جانے لگا تو آپ نے فرمایا اسے رہنے دو۔ ہم خدا کے رسول کے اس حکم پر راضی ہیں کہ چھوت چھات کی کوئی حقیقت نہیں سفیان نے عمرو سے سنا۔

اس حدیث میں حضرت ابن عمر نے دو باتیں فرمائیں پہلے ایک بات یہ کہی کہ مریض اونٹ واپس لے جاؤ لیکن جب وہ تاجر اس کو واپس لے جانے لگا تو اس سے دوسری بات یہ کہی کہ واپس نہ لے جاؤ۔ اور یہ فرمایا کہ ہم آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر راضی ہیں جس میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا لا عدوی۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے دو طرح کی باتیں کیوں کہیں۔ اس کا جواب کیا ہوگا۔ شاہ صاحب نے اس کا بڑا خوبصورت جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

جس وقت تاجر نے اونٹ لے جانے کے لیے کہا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ بیمار اونٹ ہے جس کا مرض متعدی ہے۔ جس سے دوسرے اونٹ متاثر ہو سکتے ہیں۔ اور بیمار پڑ سکتے ہیں۔ اس لیے اس کو لے جانے کی اجازت دے دی۔ اور کہا کہ لے جاؤ۔ لیکن معاً انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آیا جس میں

آپ نے فرمایا لاعدوی یعنی چھوت چھات کی کوئی حقیقت نہیں۔ تو اس وقت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اونٹ لے جانے سے روک دیا اور کہا کہ میں فرمان رسول پر یقین رکھتا ہوں۔ اور اس پر راضی ہوں۔ اس لیے واپس لے جانے سے منع کر دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہ کو لاعدوی والی حدیث یاد آئی تو فوراً ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ مرض معمولی اور غیر متعدی ہے اس لیے کہا کہ اسے نہ لے جاؤ۔ میرے پاس چھوڑ دو۔ درحقیقت یہ دونوں اسباب نہ ہوتے تو حضرت ابن عمر یہ نہ فرماتے کہ میں قضاء رسول (لاعدوی) پر راضی ہوں۔ کیونکہ لاعدوی والی حدیث اس بات دلالت نہیں کرتی ہے کہ بیماری کی وجہ سے جانور کو واپس کر دیا جائے۔ کیونکہ ایسی صورت میں جانور کو واپس کر دینا مشروع ہے۔ جس پر علماء کرام کا اجماع ہے۔ اب شاہ صاحب کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے۔ جو یہ ہے۔

> یحتمل قوله لا عدوی لوجهین احد هما ان ابن عمر اضمر فی نفسه ان الابل الهیم تعدی مرضها الی سائر الابل وهذا عیب کبیر فقال استفهاثم تذکر حدیث لا عدوی وبان علیه کونها معیبته فی نفسها بعدان لایکون معدیة ۔ فقال دعها وثانیهما انه تذکر الحدیث فا ستنبط منه ان هذه الا سباب غیر مستقلة فهان علیه کونها معیبة وفوض الامر الی الله وقال دعها ولولا هذان الوجهان لم یتجه قوله رضینا بقضاء رسول الله لا عدوی لان قوله لاعدوی لایدل علی ترك الرد بالعیب کیف والرد بالعیب مشروع۔ وقع الاجماع علی ذالك عن الشیخ المحدث ولی الله

سلمہ اللہ ۔ (جلد۲، ورق ۱۹۰ ب)

ترجمہ:- آپؐ کے قول لا عدوی میں دو باتوں کا احتمال ہے۔ ایک تو یہ کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے دل میں سوچا کہ وہ بیمار اونٹ ہے۔ جس کا مرض دوسرے اونٹوں میں پھیل سکتا ہے۔ یہ بڑا عیب ہے۔ اس لیے کہا کہ اس کو واپس لے جاؤ۔ لیکن پھر انہیں لا عدوی والی حدیث یاد آئی جس سے انہیں احساس ہوا کہ یہ بذات خود تو ایک مرض ہے لیکن پھیلنے والا نہیں ہے۔ اس لیے اب کہا کہ اس کو واپس نہ لے جاؤ۔ یہیں رہنے دو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب انہیں یہ حدیث یاد آئی تو اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ مرض کے اسباب عارضی ہیں۔ جو انہیں معمولی نظر آیا۔ اس لیے یہ معاملہ اللہ کے حوالے کیا اور کہا کہ اس کو رہنے دو۔ یہ دونوں اسباب نہ ہوتے تو حضرت ابن عمرؓ یہ نہ کہتے کہ میں قضاء رسول پر راضی ہوں۔ کیونکہ لا عدوی والی حدیث عیب کی وجہ سے عدم واپسی پر دلالت نہیں کرتی۔ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ عیب کی وجہ سے کسی چیز کا واپس کردینا مشروع ہے۔ جس پر علماء کرام کا اجماع ہے۔ شیخ المحدث ولی اللہ سلمہ اللہ کا ارشاد۔

۳۴- دوسری تحقیق:

اس حدیث کے ذیل میں شاہ ولی اللہ کی ایک دوسری تحقیق ملتی ہے۔ جو لان شریکی باعك ابلا هيما کے ذیل میں ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ فقہا کے مسلک کے مطابق ہونا یہ تھا کہ حضرت ابن عمرؓ کو عیب دار اونٹ ہونے کی وجہ سے اس کو واپس کردینا چاہیے تھا۔ اور روک لینا ان کا اپنا معاملہ تھا۔ ایسی صورت میں جب انہوں نے اس کے خطرناک مریض ہونے کا خیال کیا تو اس کو واپس کردینے کے لیے کہا لیکن جب لا عدوی والی حدیث انہیں یاد آئی تو اس کو واپس کرنے سے منع کردیا۔

شاہ صاحب کی اصل عبارت یہ ہے:

" قولہ لان شریکی باعك ابلا هیما الخ الوجه الموافق لمذهب الفقها فی هذالحدیث ان ابن عمر کان له رد هذا لابل بحکم العیب و کان له امساکها فردی فی امره فرای مرضها هینا و خاف عداها فعزم علی ردها لا جل العدول ثم تذکر حدیث لاعدوی فامسك عن الرد۔ المنقولة عن خط الشیخ سلمه الله۔ (جلد۲، ق ۱۹۰ ب)

ترجمہ: اس شخص کا قول لان شریکی باعك ابلا هیماً الخ۔ مسلک فقہاء کے موافق وجہ اس حدیث میں یہ ہے کہ عیب دار ہونے کی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ کو اس اونٹ کو واپس کر دینا تھا۔ اور اس کو روک لینا ان کا اپنا معاملہ تھا ایسی صورت میں جب انہوں نے اس کا مرض خطرناک محسوس کیا اور اس کے متعدی ہونے کا انہیں خوف ہوا تو اس کو واپس کر دینے کا ارادہ کیا۔ پھر جب لاعدوی والی حدیث یاد آ گئی تو واپس نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

یہاں ایک دلچسپ قابل ذکر بات یہ ہے کہ شاہ صاحب کے شاگرد شیخ محمد اللہ آبادی نے اس نسخے کے دوران درس یہ تحقیق سنی نہیں ہے۔ بلکہ خود شاہ صاحب نے کسی دوسرے نسخے سے نقل کی ہے۔ جیسا کہ انہوں نے اس عبارت کے بعد المنقوله عن خط الشیخ سلمه الله لکھ کر اس کی صراحت کر دی ہے۔ (جلد۲، ق ۱۹۰ ب)

۳۵- باب التجارة فی مایکره لبسه للرجال والنساء۔ ترجمہ مرد و عورت کے مکروہ لباس کی تجارت کا باب۔

امام بخاری نے مرد وعورت کے مکروہ لباس کی تجارت کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ اس ذیل میں دو حدیثیں نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے۔

حدثنا آدم نا شعبة نا ابوبكر بن حفص عن سالم بن عبدالله بن عمر عن ابيه قال ارسل النبی صلی الله علیه وسلم الی عمر بحلية حرير او سيراء فرآها عليه فقال انی لم ارسل بها اليك لتلبسها انما يلبسها من لا خلاق له انما بعثت اليك لتستمتع بها يعنی تبيعها۔

ترجمہ: ہم سے آدم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے روایت کی۔ انہوں نے کہا ہم سے ابوبکر بن حفص نے سالم بن عبداللہ سے روایت کی انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے پاس ایک ریشمی جوڑا بھیجا۔ جب عمر کو پہنے دیکھا تو فرمایا میں نے اسے تمہارے پہننے کے لیے نہیں بھیجا تھا اسے تو وہ پہنے جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔ میں نے اسے تمہارے لیے اس لیے بھیجا تھا کہ اسے بیچ کر فائدہ اٹھالو۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس باب کے لفظ تجارۃ پر اس کے حاشیہ میں شاہ صاحب کی ایک تحقیق ملتی ہے جس میں انہوں نے واضح کیا ہے کہ اصولی طور پر کس چیز کی تجارت ہو سکتی ہے اور کس کی نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے بتایا ہے کہ جب کوئی چیز مرد وعورت دونوں کے لیے حرام ہو تو اس کی تجارت مکروہ ہوگی۔ بخلاف ریشم کے کہ یہ عورتوں کے لیے حرام نہیں ہے۔ اس سلسلے میں

ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے جس میں تصویر بنانے والوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ انہیں عذاب دیا جائے گا۔ کیونکہ اس کی حرمت عام ہے اس لیے تصویریں بنانا حرام ہوگا۔ اس طرح اس کی تجارت بھی حرام ہوگی۔

اصل عبارت یہ ہے:

يعني اذا كان الشيء حراماً على الرجال والنساء جميعا كرهت التجارة فيه بخلاف الحرير فانه ليس حراما على النساء واستدلال بحديث ان اصحاب الصور يعذبون۔ ان الشيء اذاعمت حرمته حرمت صناعته وكذالتجارة فيه۔ من الشيخ ولي الله سلمه الله ۔

(جلد۲/۷،ق۱۹۰/ب)

ترجمہ: یعنی جب کوئی چیز مرد وعورت دونوں کے لیے حرام ہوتو اس کی تجارت مکروہ ہے۔ بخلاف ریشم کے کہ وہ عورتوں کے لیے حرام نہیں ہے۔ اس سلسلے میں اصحاب الصور یعذبون (یعنی تصویر بنانے والے عذاب دیئے جائیں گے) والی حدیث سے دلیل اخذ کی گئی ہے کہ اس کی حرمت عام ہے اس لیے اس کا بنانا حرام ہوگا۔ اسی طرح اس کی تجارت ناجائز ہوگی۔ شیخ ولی الله سلمه الله کا ارشاد۔

۳۶-باب اذا اشترى متاعاً او دابة فوضعه عندالبائع او مات قبل ان يقبض۔
وقال ان عمر ما ادركت الصفقة حياً مجموعاً فهو من المبتاع ۔

ترجمہ- جب کوئی سامان یا جانور خریدے۔ پھر اس کو بیچنے والے کے پاس رکھ دے یا قبضہ میں آنے سے قبل انتقال کر جائے۔

امام بخاری نے اس باب میں یہ مسئلہ پیش کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی سامان یا جانور کی خریداری کرے لیکن اس کو اپنے قبضہ میں لینے کے بجائے فروخت کرنے والے ہی کے پاس رکھ دے تو حدیث میں اس کے لیے کیا حکم ہے۔

انہوں نے اس باب کے تحت ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنا فروة بن ابی المغراء انا علی بن مسهر عن هشام عن ابيه عن عائشة رضی الله عنها قالت لقل یوم كان یاتی علی النبی صلی الله علیه وسلم الا یاتی فیه بیت ابی بكر احد طرفی النهار فلما اذن له للخروج الی المدینة لم یرعنا الا وقداتانا ظهرا فخبربه ابو بكر فقال ماجاء بنا النبی صلی الله علیه وسلم فی هذه الساعة الامن حدیث فلما دخل علیه فقال لابی بكر اخرج من عندك قال یا رسول الله انما هما ابنتای یعنی عائشة واسماء قال اشعرت انه قداذن لی فی الخروج قال الصحبة یا رسول الله قال الصحبة قال یارسول الله ان عندی ناقتین اعددتهما للخروج فخذاحدهما قال قداخذتها بالثمن۔

ترجمہ: ہم سے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم کو علی بن مسہر نے ہشام سے خبر دی۔ انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ایسا بہت کم ہی ہوا کہ صبح وشام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے گھر تشریف نہ لاتے ہوں جب آپ کو اذن ہجرت ہوا تو آپ ظہر کے

وقت تشریف لائے اور ہمیں اندیشہ ہوا۔ ابوبکرکو آپ کے آنے کی
اطلاع دی گئی۔ تو کہا کوئی نئی بات ہے کہ آپ (خلاف معمول)
تشریف لائے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے پاس آئے
تو فرمایا ان لوگوں کو ایک طرف کردو۔ ابوبکر بولے یہ دونوں میری
بیٹیاں عائشہ اور اسماء ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں کچھ پتہ لگا۔ مجھے
ہجرت کا حکم ہوا ہے۔ ابوبکر نے کہا کیا میں بھی آپ کے ساتھ رہوں
گا تو فرمایا ہاں! ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ میں نے سفر کے لیے دو
اونٹنیاں تیار کر رکھی ہیں بنا بریں ان میں سے ایک آپ لے لیجیے۔
آپ نے فرمایا ہاں میں نے اسے خرید لیا۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں آپ نے فرمایا اخذتہا۔ یعنی میں نے اس اونٹنی کو خرید لی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس جملے سے بظاہر واضح ہوتا ہے کہ خریدی ہوئی چیز خریدار کی ہو جاتی ہے گرچہ اس کے قبضے میں نہ آئی ہو۔ اصل عبارت ملاحظہ کیجیے۔

قوله اخذ تها يدل ظاهرا على انه ملك المبتاع وان لم يقبض۔ ولی الله سلمه الله۔ (جلد۲ ق ۱۹۳ ب)

ترجمہ: آپ کا قول قد اخذتہا۔ بظاہر دلالت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خریدی ہوئی اونٹنی کے مالک ہو گئے۔ گرچہ وہ اب تک قبضہ میں نہ آئی۔ ولی اللہ سلمہ اللہ کا ارشاد۔

۴۷- باب بيع الزاني وقال شريح ان شاء رد من الزنا۔ ترجمہ: زانی کے بیع کا باب۔ شریح نے کہا خریدار چاہے تو زنا کی وجہ سے اسے واپس کر سکتا ہے۔

امام بخاری نے زانی کے بیع کے بارے میں یہ باب باندھا ہے۔جس میں دو احادیث نقل کی گئی ہیں۔دوسری حدیث یہ ہے۔

حدثنا اسمٰعیل عن مالك عن ابن شهاب عن عبید الله بن عبدالله عن ابی هریرة و زید بن خالد ان رسول الله صلی الله علیه و سلم سئل عن الامة اذا زنت ولم تحصن قال ان زنت فاجلدوها ثم ان زنت فاجلدوها ثم ان زنت فبیعوها ولو بضفیر قال ابن شهاب لا ادری بعد الثالثة او الرابعة۔

ترجمہ:۔ہم سے اسمٰعیل نے بیان کیا۔انہوں نے کہا مجھ سے مالک نے خبر دی۔ان سے ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا۔انہوں نے ابوہریرہ اور زید بن خالد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زانیہ لونڈی کے متعلق دریافت کیا گیا وہ غیر شادی شدہ ہو تو آپؐ نے فرمایا اگر زنا کرے تو اسے کوڑے مارو۔پھر اگر گناہ کا مرتکب ہو تو اسے بیچ دو خواہ ایک رسی کے بدلے میں ہو۔ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے یہ تیسری یا چوتھی بار (زنا کرنے) کے بعد فرمایا۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں غیر شادی شدہ لونڈیوں کے زنا کے بارے میں سوال کیا گیا ہے جس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہیں کوڑے مارو۔یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ شادی شدہ لونڈیوں کے زنا کے بارے میں دریافت کیوں نہیں کیا گیا اور آپؐ نے کوئی حکم کیوں نہیں دیا۔حضرت شاہ صاحب نے اس کا جواب دیا ہے کہ ایسی لونڈیوں کے زنا کے بارے میں قرآن مجید میں حکم آچکا ہے۔اس لیے نہ اس کا سوال ہوا

اور نہ جواب دیا گیا۔ اب شاہ صاحب کی اصل عبارت پڑھیے اور دیکھیے کہ کتنے عالمانہ انداز میں انہوں نے اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ فرماتے ہیں:

وقوله ولم تحصن قال الخطابی ذکر الاحصان فیه غریب مشکل جدا۔ اقول حاصل السوال ان الله تعالیٰ ذکر حکم الاماء المحصنات فی قوله فاذا احصن فان اتین بفاحشة فعلیهن نصف ماعلی المحصنات من العذاب وبقی حکم الاماء التی لم تحصن غیر مبین فماذا حکمهن فبین النبیؐ انها تجلدوان ذکر الاحصان لیس للاحتراز کما بین فی قصر السفران الخوف لیس شرطا احترازیا۔ ولی الله سلمه الله۔ (جلد۲، ق۱۹۴ب)

ترجمہ:- حدیث کی عبارت لم تحصن کے بارے میں خطابی نے کہا اس حدیث میں احصان کا ذکر نہایت انوکھا اور مشکل ہے۔ میں کہتا ہوں سوال کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی آیت فاذا احصن فان اتین بفاحشةفعلیهن نصف ما علی المحصنات من العذاب میں شادی شدہ لونڈیوں کے زنا کے بارے میں ذکر کر دیا ہے۔ اب غیر شادی شدہ لونڈیوں کا حکم باقی رہ گیا تھا۔ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا۔ کہ انہیں کوڑے لگاؤ۔ یہاں احصان کا ذکر احترازی نہیں ہے۔ جس طرح سفر نماز قصر میں خوف شرط احترازی نہیں ہے۔ ولی اللہ سلمہ اللہ۔

۳۸- باب النهی، عن تلقی الرکبان وان بیعه مردود لان صاحبه عاص

ثم قال اذا كان به عالما وهو خداع في البيع والخداع لا يجوز۔

ترجمہ:۔ آگے جاکر قافلہ والوں سے ملنا۔ ایسی بیع لغو اور ایسا کرنے والا گنہگار ہے۔ جب کہ وہ جانتا ہو۔ یہ بیع دھوکہ ہے۔ اور دھوکہ جائز نہیں۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت چار احادیث نقل کی ہیں۔ جس میں قافلہ والوں سے آگے جاکر ملنے اور بیع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اس باب کی دوسری حدیث عیاش بن الولید سے مروی ہے۔ جنھوں نے عبدالاعلی سے اور پھر انہوں نے معمر سے اور پھر انہوں نے ابن طاؤس سے روایت کی ہے۔ وہ یہ ہے۔

حدثني عياش بن الوليد عن عبدالاعلى عن معمر عن ابن طاؤس عن ابيه قال سألت ابن عباس ما معنى قوله لا يبيعن حاضر لباد فقال لا يكن له سمسارا۔

ترجمہ: عیاش بن الولید نے مجھ سے بیان کیا ان سے عبدالاعلی نے اور ان سے معمر نے ابن طاؤس کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن عباس سے دریافت کیا کہ آپ کے قول لا یبیعن حاضر لباد کا کیا مطلب ہے۔ انہوں نے جواباً فرمایا۔ اس کا دلال نہ بنے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب اس باب اور تلقی والے باب (جو دونوں ایک ہی مفہوم کو واضح کرتے ہیں) کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ اس سے تلقی والے باب میں حضرت ابن عباس کا قول عبدالواحد عن معمر کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے۔ جس میں لا تلقوا

الـر کبـان کاذکر ہے۔جبکہ اس باب میں عبدالاعلیٰ عن معمر کے حوالے سے روایت کی گئی ہے جس میں لا تـلـقـو الر کبان کا ذکر نہیں ہے۔اختلاف روایات کا ذکر دراصل حدیث نبوی کے اہم مسائل میں شمار ہوتا ہے۔جس کا امام بخاری نے اس کتاب میں کافی اہتمام کیا ہے۔

اصل عبارت یہ ہے:

قـولـه حدثنا عياش بن الوليد الخ انما اتى بهذالحديث في هذاالباب اشارة الى مسئله حديثية في حديث ابن عبـاس الـمـذكـور سـابـقـاً و هي انه اختلف في هذا الـحـديـث على معمر فعبد الواحد عن معمر يذكر لا تـلـقـوا الر كبان وعبدالاعلى عن معمر لا يذكره فاعلم ان ذكـر الاخـتـلاف مـن مهـمـات مسائل المحدثين والبـخـاري يـعتني به في هذاالكتاب كثيراً ـ ولى الله سلمه الله ـ (جلد۲/ق۱۹۵/الف)

ترجمہ:-ان کا قول حدثنا عیاش بن الولید الخ۔امام بخاری نے اس باب میں یہ حدیث نقل کی ہے۔جس میں ابن عباس کے مذکورہ حدیث کے بارے میں ایک اشارہ ہے۔وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں اختلاف ہے۔ کیونکہ عبدالواحد نے معمر کے حوالے سے روایت کی تو اس میں لاتـلـقـو الر کبـان کاذکر ہے۔جبکہ عبدالاعلیٰ نے معمر کے حوالے سے روایت کی تو اس کا ذکر نہیں ہے۔اس بنا پر یہ بات جان لینی چاہیے کہ اختلاف کا ذکر کرنا محدثین کرام کے اہم مسائل میں شمار ہوتا ہے۔جس کا امام بخاری نے اس کتاب میں بہت زیادہ اہتمام کیا ہے۔ولی اللہ سلمہ اللہ۔

۳۹-باب قبض من باع نخلا قدابرت اوارضاً مزروعة اوبا جارة۔

ترجمہ: جس نے پیوند لگی کھجور یا فصل والی زمین بیچ دی یا ٹھیکہ پر دیا۔

امام بخاری نے اس باب میں پیوند لگی کھجور یا فصل والی زمین فروخت کرنے یا ٹھیکہ پر دینے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ انہوں نے اس میں دو احادیث نقل کی ہیں پہلی حدیث یہ ہے:

قال ابو عبد الله وقال لی ابراهیم اخبرناهشام انا ابن جریج قال سمعت ابن ابی ملیکة یخبر عن نافع مولیٰ ابن عمر ایما نخل بیعت قداُبرت لم یذکر الثمرفالثمر للذی ابرها۔ وکذالك العبدوالحرث سمی له نافع هولاء الثلث۔

ترجمہ: - ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ مجھ سے ابراہیم نے بیان کیا۔ انہیں ہشام نے خبر دی۔ ان سے ابن جریج نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا وہ ابن عمر کے غلام نافع سے بیان کرتے ہیں۔ جب بھی پیوند لگی ہوئی کھجور کے درخت بیچے جائیں اور اس میں پھل کا ذکر نہ ہو تو پھل اس کا ہے جس نے پیوند لگایا۔ اور یہی حکم غلام اور کھیت کے متعلق ہے۔ نافع نے ان تین چیزوں کا نام لیا۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے یہاں واضح کیا ہے کہ اس ترجمہ کے باب میں اختلاف ہے اس کو دو طرح سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک باب قبض من باع۔ دوسرے باب من باع۔ بظاہر دونوں عبارت میں اختلاف نظر آتا ہے۔ لیکن ان کا معنی و مفہوم کیا ہوگا۔

حضرت شاہ صاحب اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلی صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو آدمی پیوند لگی ہوئی کھجور کا درخت فروخت کرے تو اس پر لازم ہے کہ اس کا پھل اپنے قبضہ میں کرلے اور درخت خریدار کے حوالے کر دے۔ یہی حکم اس شخص کا ہوگا جو فصل لگی ہوئی زمین کسی شخص کو اجارے میں دے، تو اس کے لیے ضروری ہوگا کہ فصل توڑ لے اور زمین اجارہ میں لینے والے کے ذمہ لگا دے۔ دوسری صورت میں حدیث سے جو معنی ومفہوم سمجھ میں آتا ہے۔ یہ ہے کہ پھل اور فصل فروخت کرنے والے کا حق ہیں۔ وہ انہیں توڑ لے اور درخت یا زمین خریدنے والے یا اجارہ میں لینے والے کے ذمہ لگا دے۔ شاہ صاحب کا اصل خیال معلوم کرنے کے لیے اصل عبارت پڑھیے۔ فرماتے ہیں۔

رویت هذه الترجمة على وجهين احدهما باب قبض من باع والثانى باب من باع والمعنى على الاول ان من باع نخلاً قدابرت فثمر ها للبائع فلا بدللبائع من قبض الثمر بان يقطع ثمر ها ويخلى النخل للمشترى وكذالك آجرارضاً مشغولة بالزرع فعليه ان يقبض زرعه ويخلى الارض للمستاجر۔ وعلى الثانى باب حكم من باع نخلا قدابرت وحكم من باع ارضاً مزروعةاواخذ الارض باجارة والحكم فى هذه الصورة ما يفهم من الحديث ان الثمر والزرع للبائع وكذالك للموجر وعليه ان يخلى الارض للمشترى اوالمستاجر۔ من الشيخ المحدث ولى الله سلمه الله۔ (جلد۲، ق ۱۹۷/ب)

یہ ترجمۂ باب دو طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک باب

من قبض من باع دوسرے باب من باع پہلی صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ جس شخص نے پیوند لگی ہوئی کھجور فروخت کی تو اس کا پھل فروخت کرنے والے کا ہوگا۔ بائع کے لیے لازم ہے کہ پھل اپنے قبضہ میں کر لے۔ پھل توڑ لے اور درخت خریدنے والے کے لیے چھوڑ دے۔ اسی طرح اگر کسی نے فصل لگی ہوئی زمین اجارے میں دی تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کی فصل پر قبضہ کرلے اور زمین اجارہ پر لینے والے کے لیے چھوڑ دے۔

دوسری صورت میں جب یہی معاملہ درپیش ہو تو اس کا حکم جو حدیث سے سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ پھل اور فصل فروخت کرنے والے کا ہوگا۔ یہی حکم اجارہ پر دینے والے کا ہوگا کہ وہ زمین خریدنے والے یا اجارہ پر لیتے والے کے لیے چھوڑ دے۔ شیخ الحدیث ولی اللہ کا ارشاد۔

۳۰۔باب بیع العبد و الحیوان بالحیوان نسئة ۔ترجمہ: غلام کے بدلے غلام اور جانور کے بدلے جانور ادھار بیچنا۔

امام بخاری نے اس باب میں غلام یا جانور ادھار فروخت کرنے کے سلسلے میں دو احادیث نقل کی ہیں پہلی حدیث یہ ہے:

اشتری ابن عمر راحلة باربعة ابعرة مضمونة علیه یوفیها صاحبها بالزبدة۔ وقال ابن عباس قدیکون البعیر خیراً من البعیر ین واشتری رافع بن خدیج بعیرا ببعیر ین فاعطاه احد هما وقال ا تیك بالاخر غداً رهواً ان شاء الله وقال ابن المسیب لاربوا فی الحیوان

البعير بالبعيرين والشاة بالشاتين الى احل وقال ابن سيرين لا باس بعير ببعيرين و درهم بدرهم نسئة۔

ترجمہ:- ابن عمر نے چار اونٹوں کے بدلے میں ایک اونٹنی خریدی جس کے متعلق ضمانت لے لی تھی کہ ربذۃ میں اسے حوالے کردیں گے ابن عباس نے فرمایا بعض مرتبہ ایک اونٹ دو اونٹوں سے بہتر ہوتا ہے رافع بن خدیج نے ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے میں لیا۔ ان میں سے ایک تو خریدار کو دیدیا اور دوسرے کے متعلق کہا کل انشاء اللہ بلا توقف دیدوں گا۔ ابن مسیب فرماتے ہیں جانور میں سود نہیں ایک اونٹ دو اونٹوں اور ایک بکری دو بکریوں کے بدلے ادھار لے سکتا ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ خریدنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح ایک درہم کے بدلے ایک درہم ادھار لینے میں کوئی حرج نہیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث کے آخر میں درہم بدرہم نقل کیا گیا ہے۔ شاہ صاحب کے شاگرد شیخ محمد الہ آبادی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سے سنا کہ بخاری شریف کے اصل نسخے میں بدرھمین تثنیہ کے صیغے کے ساتھ درج تھا۔ لیکن یہ سہو کاتب ہے جیسا کہ بعض شارحین بخاری نے کہا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ صیغہ واحد کے ساتھ ہونا چاہیے۔

اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

قوله بدرهم ـ سمعت عن شيخ المحدث سلمه الله ان فى اصل النسخه بدرهمين على صيغة التثنيه لكنه

سهو عن الكاتب كما ذهب اليه الشارحون والصحيح صيغة الواحد۔ (جلد۲ق ۲۰۰الف)

ترجمہ:-ان کا قول بدرہم۔ میں نے شیخ المحدث سے سنا کہ بخاری شریف کے اصل نسخے میں بدرھمین تثنیہ کے صیغے کے ساتھ تھا لیکن یہ کاتب کا سہو ہے جیسا کہ بعض شارحین کا خیال ہے۔ صحیح واحد کا صیغہ ہے۔

۴۱-باب الخطاء والنسيان فى العتاقة والطلاق ونحوه ولا عتاقة الالوجه الله عزوجل وقال النبى صلى الله عليه وسلم لكل امرءٍ مانوى ولانية للناسى والمخطى۔ترجمہ:-آزاد کرنے اور طلاق دینے میں غلطی اور بھول۔ آزاد کرنا صرف رضاء الٰہی کے لیے ہے اور حضور نے فرمایا کہ ہر آدمی کو اس کی نیت کا پھل ملے گا۔جبکہ بھولنے اور غلطی کرنے والے کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔

امام بخاری نے غلطی اور بھول چوک سے غلام آزاد کرنے اور طلاق دینے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔اس کے ذیل میں دو احادیث نقل کیے ہیں۔پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنى الحميدى نا سفيان نا مسعر عن قتادة عن زراره بن اوفى عن ابى هريرة قال قال النبى صلى الله عليه وسلم ان الله تجاوز لى عن امتى ما وسوست به صدورها مالم تعمل ويتكلم۔

ترجمہ:-مجھ سے حمیدی نے بیان کیا۔انہوں نے کہا ہم سے کہا سفیان نے بیان کیا۔انہوں نے کہا ان سے مسعر نے قتادہ سے بیان کیا۔انہوں نے زرارہ بن اوفی سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میری امت سے
درگذر فرمائی جو ان کے دلوں میں خیالات آتے ہیں جب تک وہ ان کے
مطابق عمل یا گفتگو نہ کریں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں ایک لفظ ما دوست آیا ہے جو تشریح طلب ہے۔ شاہ صاحب اس لفظ کی وضاحت فرماتے ہیں اور اس سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کی صراحت فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اس عمل کا اعتبار ہوگا جو نیت کے ساتھ ہو۔ صرف نیت یا عمل بغیر نیت کے شریعت کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اصل عبارت یہ ہے۔

فعلم اعتبار العمل المقرون مع النیت فالنیۃ الصرفه
او العمل بغیر النیة لیس بشیٔ۔ کذا سمعت۔

(جلد۲، ق ۲۲۹ ب)

ترجمہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس عمل کا اعتبار ہے جو نیت کے ساتھ ہو۔
صرف نیت یا عمل بلا نیت کوئی چیز نہیں۔

۴۲۔ باب اذا زکی رجل رجلا کفاہ۔ وقال ابو جمیلہ وجدت منبوذا فلما رانی عمر قال عسی الغویر ابوسا کانہ یتھمنی قال عریفی انہ رجل صالح۔ قال کذالک اذھب وعلینا نفقتہ۔ ترجمہ: جب ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کی پاکی بیان کرے تو کافی ہے۔ ابو جمیلہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک پڑا ہوا لڑکا ملا۔ جب مجھے حضرت عمر نے دیکھا تو فرمایا کہ کہیں یہ مصیبت نہ بن جائے۔ گویا تہم ٹھہراتے تھے۔ میرے ایک جاننے والے نے کہا یہ تو نیک آدمی ہے۔ فرمایا یہ بات ہے تو اسے لے جاؤ اور اس کا خرچہ ہمارے ذمہ ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

امام بخاری نے راستے میں گرے ہوئے انسانی بچے کے لیے یہ باب قائم کیا ہے اور اس میں ایسے بچے کے بارے میں حضرت عمرؓ کی حکیمانہ بات بیان کی ہے جو نہایت اہمیت کی حامل ہے اور حضرت عمرؓ کی دنیاوی بصیرت اور دینی حمیت کی نشان دہی کرتی ہے۔ شاہ صاحب نے اسی حکیمانہ بات کی مزید تشریح کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ابو جمیلہ جو نومولود بچہ اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔ ممکن ہے یہ لوٹا ہوا بچہ ہو اور اس کی وجہ سے انہیں آگے چل کر پریشانی اٹھانی پڑتی۔ اس کے علاوہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ کسی کے بچے کو اٹھا کر لے جا رہے ہوں اور یہ ظاہر کر رہے ہوں کہ وہ پھینکا ہوا بچہ تھا۔ تاکہ انہیں بیت المال سے مالی منفعت حاصل ہو۔ انہیں احتمالات کی بنا پر حضرت عمرؓ نے اعتراض کیا تھا اور اس کا حل پیش کیا تھا۔

شاہ صاحب کی اصل عبارت دیکھیے:

ای عسی ان یکون الغاران الزهاب فی نقب الغلو متضمناً للمشقة هذا مثل فیما کان بعد ها امرا مکروها وههنا کان الاحتمال ان اباجمیله جاء بابن من عند رجل واظهر بانه لقیط لیتضمن بیت المال و یتصرف علی نفسه فلهذا التوهم ضرب عمر رضی الله عنه مثلاً۔ کذا سمعت۔ (جلد ۲، ق ۲۲۳ الف)

ترجمہ:۔ ممکن ہے یہ لوٹا ہوا بچہ ہو اور لوٹ کے بعد لے جانا مشقت اور پریشانی کا باعث ہو۔ یہ ایسا معاملہ تھا کہ بعد میں کوئی ناخوشگوار بات سامنے آسکتی تھی۔ یہاں اس بات کا احتمال ہے کہ ابو جمیلہ نے کسی آدمی

کے بچے کو اٹھایا ہو اور ظاہر کر رہے ہوں کہ وہ پھینکا ہوا بچہ تھا تا کہ بیت المال سے پیسے حاصل کر لیں اور اپنے اوپر خرچ کر ڈالیں۔ اس وہم کی بنا پر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تھا۔

۴۲۔ باب اذا اشترط فی المزارعة اذا شئت اخرجتك۔ ترجمہ:۔ مزارعت میں یہ شرط عائد کرنا کہ جب چاہوں بے دخل کر دوں۔

امام بخاری نے مزارعت کے سلسلے میں یہ باب قائم کیا ہے کہ زمین کا مالک محنت کرنے والے کو جب چاہے کاشتکاری سے الگ کر سکتا ہے۔ اس کے ذیل میں ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنا ابو احمد قال محمد بن یحییٰ ابو غسان الکتانی انا مالك عن نافع عن ابن عمر قال لمافدَعَ اهل خیبر عبدالله بن عمر قام عمر خطیباً فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان عامل یهود خیبر علی اموالهم وقال نقر کم ما اقرکم وان عبدالله بن عمر خرج الی ماله هناك فعدی علیه من اللیل ففدعت یداه ورجلاه ولیس لنا هناك عدو غیرهم عدونا و تهمتنا وقدرأیت اجلاء هم فلما اجمع عمر علی ذالك اتاه احد بنی ابی الحقیق فقال ایا امیر المؤمنین اتخرجنا وقداقرنا محمد وعاملنا علی الاموال و شرط ذالك لنا فقال عمر اظننت انی نسیت قول النبی صلی الله علیه وسلم کیف بك اذا اخرجت من خیبر تعدوبك قلوصك لیلة بعد لیلة

فقال كان هزيله من ابى القاسم فقال كذبت يا عدو الله فاجلاهم عمر واعطاهم قيمة ما كان لهم من الثمر مالاً وابلاً وعروضاً من اقتاب وحبال وغير ذالك۔ رواه حماد بن سلمة عن عبيدالله احسبه عن نافع عن ابن عمر عن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم اختصره۔

ترجمہ:- ہم سے ابواحمد نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے محمد بن یحیٰی ابوغسان الکنانی نے بیان کیا۔ ان سے مالک نے نافع کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن عمر سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا جب اہل خیبر نے حضرت عبداللہ بن عمر کے ہاتھ پاؤں مروڑ ڈالے تو حضرت عمرؓ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے ان کے اموال کے بارے میں معاہدہ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ ہم تمہیں ان (اموال) پر قائم رکھیں گے جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں اس معاہدہ پر قائم رکھے گا۔ اور عبداللہ بن عمر تو اپنی اس زمین پر گئے تھے جو وہاں (خیبر کے نزدیک) تھی تو رات میں ان پر یہ ستم ڈھایا گیا کہ ان کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں مروڑ دیے گئے۔ اور وہاں یہودیوں کے سوا اور کوئی ہمارا دشمن نہیں ہے جس پر ہم شبہ کریں۔ لہذا میں انہیں جلا وطن کرنا چاہتا ہوں۔ جب حضرت عمرؓ نے اس بات کا مصمم ارادہ کرلیا تو ابوحقیق یہودی کے خاندان سے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوا۔ اے امیر المومنین آپ ہمیں کیوں نکال رہے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں برقرار رکھا تھا۔ اور یہاں کی زمینوں

کے بارے میں ہم سے معاہدہ کیا تھا۔ اور یہ (زمینوں پر رہنے دینا) ہمارے لیے شرط تھی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد گرامی بھول گیا ہوں جبکہ انہوں نے تم سے فرمایا تھا کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب تمہیں خیبر سے نکالا جائے گا۔ اور تمہارا اونٹ تمہیں لیے ہوئے راتوں کو مارا مارا پھرے گا وہ کہنے لگا۔ یہ تو ابوالقاسم (رسول خدا) نے ازراہ مذاق کہا تھا فرمایا۔ اے خدا کے دشمن تم نے غلط بیانی کی ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے انہیں جلاوطن کر دیا اور ان کے میوہ جات، اونٹوں، آلات زراعت، کجاووں اور رسیوں وغیرہ کی قیمت ادا کر دی گئی۔ اس کی حماد بن ابی سلمہ نے عبید اللہ سے بھی روایت کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ انہیں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے، انہوں نے عمر سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اختصار کے ساتھ روایت کی ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل خیبر نے غصہ میں آ کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہاتھ پاؤں مروڑ ڈالے۔ جب کہ تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے ان کی سخت پٹائی کی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے تھے۔ حضرت شاہ صاحب اس تاریخی واقعہ کو تفصیل سے بتا رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اپنی زمین کا خراج وصول کرنے وہاں گئے تھے لیکن اہل خیبر رات کو ان کے پاس چھپ کر گئے اور بری طرح انہیں مارا۔ جس کی وجہ سے ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ اصل عبارت یہ ہے:

وکان عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ذھب الی خیبر

فی خلافة ابیه لاجل خراج ارض کان له فیها فبات فیها فجاء اهل خیبر مختفیا علیه فکسر وایده ورجله ای بلغ صدمة ضربهم الی العظم۔(کذاسمعت)
(جلد۲،ق۱۲۵۱ب)

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد کے زمانہ خلافت میں اپنی زمین کا خراج وصول کرنے کے لیے خیبر گئے ہوئے تھے۔وہاں انہوں نے رات گذاری۔اہل خیبر چھپ کر ان کے پاس گئے اور ان کے ہاتھ اور پیر توڑ ڈالے یعنی یہ مار اتنی سخت تھی کہ اس سے ان کی ہڈیاں بھی متاثر ہوئیں۔

۴۴-باب اذا وقف اواوصی لا قاربه۔ترجمہ:۔جب اپنے عزیز واقارب کے لیے وقف یا وصیت کرے۔

امام بخاری نے اس باب میں اپنے عزیز واقارب کو وقف کرنے یا وصیت کرنے کے سلسلے میں دو احادیث نقل کیے ہیں۔پہلی حدیث یہ ہے:

و من الاقارب وقال ثابت عن انس قال النبی صلی الله علیه وسلم لابی طلحه اجعلها لفقراء اقاربك فجعلها لحسان وابی بن کعب وقال الانصاری حدثنی ابی عن ثمامه عن انس بمثل حدیث ثابت قال اجعلها لفقراء قرابتك قال انس فجعلها لحسان وابی بن کعب وکانا اقرب الیه منی وکان قرابة حسان وابی من ابی طلحة واسمه زید بن سهل بن الاسود بن حرام بن عمرو بن زید مناة بن عدی بن عمرو بن مالك بن النجار وحسان بن ثابت بن المنذر

بن حرام فيجتمعان الى حرام وهو الاب الثالث وحرام بن عمرو بن زيد مناة بن عدى بن عمرو بن مالك بن النجار فهو يجامع حسان واباطلحة وابيا الى ستة آباء الى عمرو بن مالك وهو ابى بن كعب بن قيس بن عبيد بن زيد بن معاويه بن عمرو بن مالك بن النجار فعمرو بن مالك يجمع حسان واباطلحة وابيا۔ وقال بعضهم اذا اوصى لقرابته فهو الى آباءه فى الاسلام۔

ترجمہ:- اور یہ کہ عزیز واقارب کون ہیں۔ ثابتؓ نے انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ باغ! اپنے عزیز واقارب کے فقراء کو دیدو۔ پس انہوں نے وہ حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو دیدیا۔ (جوان کے چچازاد بھائی تھے) اور انصاری نے اپنے والد سے اوران کے والد نے ثمامہ سے اور انہوں نے انس سے مذکورہ حدیث ثابت کی مثل روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ یہ (باغ) اپنے غریب قرابت داروں کو دیدو۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ انہوں نے وہ حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب کو دیدیا جو میری نسبت ان کے زیادہ قریبی تھے۔ اور حضرت حسانؓ اور حضرت ابی کی قرابت حضرت ابوطلحہ سے یوں تھی کہ ان (ابوطلحہ) کا نام زید ہے۔ نسب یوں ہے۔ زید بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمر بن مالک بن نجار اور حسان بن ثابت بن منذر بن حرام پس یہ دونوں (ابوطلحہ اور حسان) حرام پر جاکر مل جاتے ہیں۔ جوان کے تیسرے باپ ہیں اور

حرام بن عمرو بن زید مناة بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار۔ پس حضرت حسان حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابی تینوں اپنے چھٹے باپ عمرو بن مالک پر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا نسب یوں ہے۔ ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔ پس عمرو بن مالک ایسے ہیں جو حضرت حسان حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابی کو اکٹھا کر دیتے ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ جب قرابت داروں کے لیے وصیت کی جائے تو ان کے مسلمان باپ دادا خود بخود اس میں شامل ہوں گے۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اپنا باغ اپنے محتاج قرابت داروں کو دیدو چنانچہ انہوں نے اپنا باغ حضرت حسان اور ابی بن کعب کو دیدیا جو ان کے قرابت دار تھے۔ اس کے بعد ان کے نسب نامے تحریر کر کے ان کی قرابت داری واضح کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں عمرو بن مالک بن نجار کے آگے لکھا گیا ہے فھو یجامع .حسان و ابا طلحہ و ابیا الی ستۃ آباء الی عمرو بن مالک ۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ فھو کون سی ضمیر ہے اور یجامع کس معنی میں ہے اور اس کی ضمیر کدھر لوٹ رہی ہے حضرت شاہ صاحب آگے اس کا جواب دیتے ہیں اور اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ فھو ضمیر شان ہے اور یجامع یجمع کے

میں ہے۔ اس کا فاعل عمرو بن مالک ہیں جن کا ذکر پہلے نہیں آیا بلکہ بعد میں کیا گیا۔ یہ محض ابہام دور کرنے کے لیے ان کا ذکر بعد میں کیا گیا۔

اصل عبارت یہ ہے:

الضمیر الشان و یحامع بمعنی یجمع۔ وفاعله عمرو بن مالك وان لم یمض له ذکر صریحاً متعینا وفسره بما بعده دفعاً للابهام الناشی من هذا الابهام۔ ولی الله سلمه الله۔ (جلد۲ ق ۲۵۶ الف)

ترجمہ: ضمیر شان ہے یحامع یجمع کے معنی میں ہے اس کا فاعل عمرو بن مالک ہیں جن کا ذکر گرچہ صراحت اور متعین طریقے سے پہلے نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کی تفسیر بعد میں کی گئی۔ تاکہ جو ابہام اس سے پیدا ہو رہا تھا۔ اس کا ازالہ ہو سکے۔ ولی اللہ سلمہ اللہ۔

۴۵- باب بغلة النبی صلی الله علیه وسلم البیضاء۔ ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفید خچر۔

امام بخاری نے اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں چھوڑے ہوئے ساز و سامان (سفید خچر، ہتھیار، زمین) سے متعلق دو احادیث نقل کی ہیں۔

حدثنا عمرو بن علی نا یحیی نا سفیان نی ابو اسحاق قال سمعت عمرو بن الحارث قال ماترك رسول الله صلی الله علیه وسلم الا بغلة بیضاء وصلاحه و ارضا ترکها صدقة۔

ترجمہ: ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے یحیٰی نے اور ان سے سفیان نے اور ان سے ابو اسحاق نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا

میں نے عمرو بن الحارث سے سنا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا تھا۔ ماسوی ایک سفید خچر، ہتھیار اور کچھ زمین اور انہیں (مسلمانوں کے لیے) بطور صدقہ چھوڑا تھا۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ اس خچر کا استعمال صحابۂ کرام کرتے تھے یا نہیں اگر کرتے تھے تو کون لوگ کرتے تھے۔ مخصوص لوگ کرتے تھے یا عام صحابہ کرام کرتے تھے۔ شاہ صاحب کے تحقیقی بیان سے ہمیں اس کی وضاحت ہوتی ہے چنانچہ بغلة بیضاء (سفید خچر) پر شاہ صاحب کا وضاحتی بیان موجود ہے۔ جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ صحابۂ کرام اس خچر پر سواری کرتے تھے لیکن اپنی ملکیت سمجھ کر نہیں کرتے تھے بلکہ تبرکاً اور تیمناً سواری کرتے تھے۔ کیوں کہ اس کو وہ اپنے لیے تبرک ہی خیال کرتے تھے۔ شاہ صاحب کے بیان سے ہمیں مزید بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ خچر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دور تک زندہ تھا۔ لیکن ان کے زمانۂ شہادت میں پانی اور چارہ نہ ملنے کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگیا۔

شاہ صاحب کی اصلی عبارت ملاحظہ کیجیے:

كانوا اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يركبون عليها تبركاً وتيمناً لا ملكاً وتصرفاً۔
كذا سمعت عن الشيخ سلمه الله تعالىٰ و كانت فى ايام شهادة حسين بن على رضى الله عنهما هلكت من غير علف وماء۔ (جلد۲ ق ۲۶۷/الف)

ترجمہ:- صحابہ کرام اس خچر پر تبرک سمجھ کر سوار ہوتے تھے نہ کہ اپنی ملکیت

ہو رحق تصرف جان کر۔ یہ محمد امام حسین کے زمانہ شہادت میں پانی اور چارہ نہ ملنے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا اسی طرح میں نے سنا۔

۴۶-باب غزو المرأة فی البحر۔ترجمہ:-عورتوں کا بحری جہاد۔

اس باب میں امام بخاری نے عورتوں کے بحری جہاد کے سلسلے میں ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنا عبدالله بن محمد نا معاوية بن عمرو نا ابواسحاق هو الفزاری عن عبدالله بن عبدالرحمن الانصاری قال سمعت انساً يقول دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم على بنت ملحان فاتكأ عندها۔ ثم ضحك فقالت لم تضحك يا رسول اله فقال ناس من امتى يركبون البحر الاخضرفى سبيل الله مثلهم مثل الملوك على الاسرة قالت يا رسول الله ادع الله ان يجعلنى منهم فقال اللهم اجعلها منهم ثم عادفضحك فقالت له مثل ذالك اوهم ذالك فقال لها مثل ذالك فقالت ادع الله ان يجعلنى منهم قال انت من الاولين ولست من الآخرين قال قال انس فتزوجت عبادة بن الصامت فركبت البحر مع بنت قرظة فلماقفلت ركبت دابتها فوقصت بها فسقطت عنها فماتت۔

ترجمہ:-ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے ان سے ابو اسحاق نے ان سے عبداللہ بن عبدالرحمن الانصاری

نے بیان کیا۔ انہوں نے انسؓ سے سنا انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ تو ٹیک لگائی (اور سو گئے) پھر ہنسے تو انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ فرمایا میری امت کے کچھ افراد راہ خدا میں اس سبز سمندر پر سواری کر رہے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔ عرض گذار ہوئیں۔ یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شمار فرمالے۔ آپ نے دعا کی کہ اے اللہ اسے ان میں شامل کر لے آپ پھر سو گئے اور پھر ہنسے اور پھر اس طرح پوچھا گیا تو آپ نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ انہوں نے التجا کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں شمار کرلے۔ فرمایا تمہارا شمار پہلے گروہ میں ہے نہ کہ دوسرے گروہ میں۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت سے نکاح کر لیا۔ پھر یہ (حضرت معاویہ کی بیوی) بنت قرضہ کے ہمراہ بحری سفر پر نکلیں۔ جب واپس لوٹیں تو اپنے جانور پر سوار ہونے لگیں لیکن اس سے گر پڑیں۔ اور جاں بحق ہو گئیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خوش خبری دی کہ آپ کی امت میں کچھ ایسے خوش نصیب افراد ہوں گے جو راہ حق میں سبز سمندر پر سواری کریں گے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس سے کیا مراد ہے اور کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس سلسلے میں حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں فتح روم اور فتح قسطنطنیہ کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ جو یکے بعد دیگرے انجام

پذیر ہوئے۔ فتح روم حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت معاویہ کے ہاتھوں ہوئی اس کے بعد قسطنطنیہ کی فتح حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں ان کے صاحب زادے یزید کے ہاتھوں انجام پائی۔

ان کی اصل عبارت یہ ہے:

هذا اخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن فتح روم الذى جعلها الله سبحانه فى خلافة عثمان على يد معاوية والثانى اشارة الى فتح قسطنطنيه فى ايام سلطنة معاوية على يدابنه۔ كذا سمعت عن الشيخ سلمه الله تعالىٰ۔ (جلد۲ ق ۲۶۷/الف)

ترجمہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں فتح روم کے بارے میں خوش خبری دے رہے ہیں جو حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت معاویہ کے ہاتھوں انجام پائی تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں فتح قسطنطنیہ کے لیے بھی اشارہ ہے جو حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں ان کے صاحب زادے (یزید) کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوئی تھی۔ میں نے شیخ سے اسی طرح سنا۔

۴۷۔باب السرعة فى السير۔ قال ابو حميد قال النبى صلى الله عليه وسلم انى متعجل الى المدينه فمن اراد ان يتعجل معى فليعجل۔

ترجمہ: چلنے میں تیزی، ابوحمید نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جلدی سے مدینہ منورہ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔ پس جو شخص میرے ساتھ جلدی جانا چاہے اسے چاہیے کہ فوراً تیار ہو جائے۔

امام بخاری نے اپنی منزل تک جلد پہنچنے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ اس

ذیل میں تین احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے۔

حدثنا محمد بن المثنی نا یحیی عن هشام انی ابی قال سئل اسامه بن زید کا ن یحیی یقول وانا اسمع فسقط عنی عن مسیر النبی صلی الله علیه وسلم فی حجة الوداع فقال کان یسیر العنق فاذا وجد فجوةً نص والنصّ فوق العنق۔

ترجمہ:۔ ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے ہشام سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ان کے والد اسامہ بن زید رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا۔ نیز یحییٰ بن عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد عروہ کو فرماتے سنا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حجۃ الوداع میں رفتار کا حال میرے ذہن میں محفوظ نہیں رہا۔ (حضرت اسامہ بن زید) فرماتے ہیں کہ آپ درمیانی چال سے چلتے اور جب کسی میدان سے گذرتے تو رفتار تیز فرما دیتے۔ عنق درمیانی رفتار اور نص تیز رفتار کو کہتے ہیں۔ جو عنق سے اوپر ہوتا ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث کے دو راوی ہیں ایک اسامہ بن زید دوسرے عروہ۔ اسامہ بن زید کی روایت نہایت واضح ہے۔ جس میں انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علی وسلم درمیانی چال چلتے تھے۔ اور جب کسی میدان سے گذرتے تو رفتار تیز فرما دیتے تھے۔ لیکن عروہ کی روایت کے بارے میں ان کے صاحبزادے یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد عروہ کو آپؐ کی رفتار کا حال بتاتے سنا لیکن میں بھول گیا۔ اور اب میرے ذہن میں بات محفوظ

نہیں رہی۔ یہ عبارت چونکہ قدرے غیر واضح ہے اس لیے شاہ صاحب نے اس کو واضح کر کے لکھا ہے اور اس کا معنی ومفہوم بھی بیان کیا ہے۔

اصل عبارت یہ ہے:

معنی هذاالکلام ان محمد بن المثنی قال کان یحییٰ یقول فی هذالحدیث لفظ و انا اسمع فکانت عبارة الحدیث سئل اسامه بن زید و انا اسمع فسقط عنی لفظ فانا اسمع فلم اکتب فی اصلی۔ من الشیخ المحدث ولی الله سلمه الله تعالیٰ۔ (جلد۲ق۱۷۸ب)

ترجمہ:- اس کلام کا معنی یہ ہے کہ محمد بن مثنی نے کہا یحییٰ اس حدیث میں کہتے تھے وانا اسمع پس حدیث کی عبارت یہ ہوگی۔ سئل اسامہ بن زید وانا اسمع میں چونکہ انا اسمع کا لفظ بھول گیا اس لیے میں اپنی اصل میں لکھ نہیں سکا۔

شیخ المحدث ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔

۴۸-باب کیف ینبذ الی اهل العهد وقول الله عزوجل واما تخافن من قوم خیانة فانبذالیهم علی سواء۔ ترجمہ: معاہدہ کس طرح فسخ کیا جا سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور اگر تم کسی قوم سے دغابازی کا اندیشہ کرو تو ان کی طرف برابری کی سطح پر پھینک دو۔ (سورۃ الانفال۔ آیت ۵۸)

امام بخاری نے معاہدہ فسخ کرنے کے سلسلے میں یہ باب قائم کیا ہے۔ اور اس سے متعلق سورہ الانفال کی آیت ۵۸ کو پیش کیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کسی قوم سے دغابازی کا اندیشہ ہو تو اس کو برابری کی سطح پر اس کا جواب دیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ برابری کی سطح کس نوعیت کی ہو اس کے بارے میں شاہ صاحب وضاحت فرماتے ہیں۔ جو

آیت کے آخری حصہ علی سواء کے ذیل میں ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ دغا بازی کا بدلہ برابری یا اشتہار و اعلان کی بنا پر لیا جا سکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ یہ بدلہ اصل دغا بازی سے زائد نہ ہو۔

اصل عبارت یہ ہے:

ای علی الاشتہار او علی المساوات فی المعاوضۃ لا الزیادۃ من الاصل۔ کذا سمعت۔ (جلد۲، ق ۲۹۷ ب)

ترجمہ:- یعنی اشتہار یا برابری کی بنیاد پر بدلہ لیا جا سکتا ہے۔ لیکن اصل سے زائد نہ ہو۔

۳۹- باب یزفون النسلان فی المشی۔ ترجمہ:- تیز چلنے کے بیان میں۔

امام بخاری نے اس باب کے ذیل میں مختلف احادیث نقل کی ہیں۔ تیسری حدیث کافی مفصل ہے۔ جو دو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس لیے اس کو یہاں بیان نہیں کیا جائیگا۔ یہ عبداللہ بن محمد کے حوالے سے حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس حدیث میں بڑی تفصیل سے حضرت ابراہیم کے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کرنے، وہاں سے واپس جانے، حضرت ہاجرہ کے پریشان حال ہونے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے پانی کے لیے صفا و مروہ پر دوڑنے کے واقعات نہایت موثر انداز میں بیان کیے ہیں۔ اس مفصل حدیث کے درمیان میں حضرت ابن عباس سے یہ روایت ملتی ہے:

قال ابن عباس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرحم اللہ ام اسمٰعیل لو ترکت زمزم او قال لولم تغرف من الماء لکانت عینا معینا قال فشربت وارضعت

ولدها فقال لها الملك لا تخافوا الضيعة فان ههنا بيت
الله يبنی هذا الغلام و ابوه و ان الله لا يضيع اهله۔

ترجمہ:۔حضرت ابن عباس نے کہا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت اسمٰعیل کی والدہ پر رحم فرمائیے۔اگر انہوں نے زمزم کو کھلا چھوڑ دیا ہوتا یا فرمایا کہ چلو نہ بھری ہوتیں تو زمزم ایک جاری رہنے والا چشمہ ہوتا۔راوی کا بیان ہے کہ پھر انہوں نے پانی پیا۔بچے کو دودھ پلایا تو فرشتے نے کہا۔اپنی ہلاکت کا خیال بھی دل میں نہ آنے دینا کیونکہ یہاں بیت اللہ ہے جس کو یہ نونہال اور ان کے والد محترم تعمیر کریں گے۔بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا۔

اس حدیث میں فقال لها الملك لا تخافوا الضيعة کی عبارت ملتی ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ فرشتہ وہاں پہنچا اور اس نے حضرت اسمٰعیل کی والدہ محترمہ سے کہا کہ اپنی ہلاکت و بربادی کا خیال بھی نہ کرنا کیونکہ یہاں بیت اللہ ہے جس کی تعمیر حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کریں گے۔اس عبارت میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ سے فرشتہ کا گفتگو کرنا بتایا گیا ہے۔یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا فرشتے انبیاء کے علاوہ دوسرے افراد سے بات چیت کرتے ہیں؟ اس حدیث سے تو یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ ہاں کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس سلسلے میں حضرت شاہ صاحب نے واضح کیا ہے کہ گرچہ یہ معروف ہے کہ غیر انبیاء سے فرشتے گفتگو نہیں کرتے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ کوئی کلیہ نہیں ہے۔غیر انبیاء سے بھی گفتگو کرتے ہیں۔

شاہ کی اصل عبارت یہ ہے۔

فیہ ان الملك لا یتکلم مع غیر الانبیاء فیہ ان ھذہ الکلیۃ لیست بجائزۃ۔ کذا سمعت۔ (جلد۲ ق۳۲۹ ب الف)

ترجمہ:- بلاشبہ فرشتے غیر انبیاء سے بات نہیں کرتے لیکن یہ کلیہ جائز نہیں۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۵۰-باب حدثنا اسحاق بن نصرنا عبدالرزاق عن معمر عن ھمام بن منبہ انہ سمع ابا ھریرۃ یقول قال قال رسول اللہ علیہ وسلم قیل لبنی اسرائیل ادخلو االباب سجداً الی آخرہ۔

ترجمہ:- بنی اسرائیل کی نافرمانی کا یہ ایک باب ہے جس کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کی نافرمانی کے سلسلے میں قرآنی آیات اور دو احادیث پیش کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا اسحق بن ابراھیم نا روح بن عبادۃ نا عوف عن الحسن ومحمد و خلاس عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان موسی کان رجلاحییاً ستیراً لایری من جلدہ شیٔ استحیاءً منہ فآذاہ من آذاہ منْ بنی اسرائیل فقالو اما یستتر ھذا التستر الامن عیب لموسی بجلدہ اما برص واما ادرۃ واما آفۃ۔ وان اللہ اراد ان یبرئہ مما قالوا لموسیٰ فخلایوماً وحدہ فوضع ثیابہ علی الحجر ثم اغتسل فلما فرغ اقبل الی ثیابہ لیا خذ ھاو ان الحجر عدا بثوبہ فاخذ موسی عصاہ وطلب الحجر فجعل یقول ثوبی حجر ثوبی حجر حتی انتھی الی ملاءٍ من

بنی اسرائیل فرأوہ عریاناً احسن ما خلق اللہ وابراہ مما یقولون وقام الحجر فاخذ بثوبہ فلبسہ وطفق بالحجر ضرباً بعصاہ فواللہ ان بالحجر لندباً من اثر ضربہ ثلاثا اواربعاً او خمساً فذالک قولہ عزو جل یاایھاالذین آمنو لاتکونوا کالذین آذواموسی فبراہ اللہ مما قالو وکان عنداللہ وجیھا۔

ترجمہ:۔ مجھ سے اسحٰق بن ابراہیم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے عوف نے حسن (بصری) اور محمد اور خلاس نے ابوہریرہ کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ بڑے شرمیلے اور ستر پوش تھے۔ حیا کے باعث کوئی شخص ان کے جسم کا ذرا حصہ بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ بنی اسرائیل نے انہیں ستانے کے لیے کہنا شروع کردیا کہ یہ کسی بیماری کے باعث جسم کو اتنا چھپاتے ہیں۔ انہیں برص ہے یا ان کے خصیے پھول گئے ہیں یا اور کوئی بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ ان کے الزامات سے حضرت موسیٰ کو بری فرمائے۔ پس ایک روز حضرت موسیٰ نے تنہائی میں جاکر کپڑے اتارے اور ایک پتھر پر رکھ دیئے۔ پھر غسل فرمانے لگے۔ جب غسل سے فارغ ہوئے اور کپڑے لینے کے لیے پتھر کی جانب بڑھے تو پتھر ان کے کپڑے لیکر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت موسیٰ نے پتھر کو مارنے کے لیے اپنا عصا لیا اور کہتے جاتے اے پتھر میرے کپڑے دے پتھر میرے کپڑے۔ یہاں تک کہ وہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے

پاس پہنچ گئے۔ ان لوگوں نے عریانی کی حالت میں انہیں دیکھ لیا کہ ان کی تخلیق تو بڑی حسین ہے اور لوگ جو الزامات لگاتے ہیں ان کا یہاں نشان تک نہیں ہے۔ پھر پتھر ٹھہر گیا۔ اور انہوں نے کپڑے لے کر پہن لیے اور اپنے عصا سے پتھر کی پٹائی کرنے لگے۔ ان کے مارنے کے باعث خدا کی قسم پتھر میں تین چار یا پانچ نشان پڑ گئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے ایمان والو ان جیسے نہ ہونا جنھوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بری کیا۔ اس بات سے جو انہوں نے کہا اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے۔

(سورہ احزاب، آیت ٦٩)

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث کے راویوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حضرت عوف نے حضرت امام حسن بصری اور محمد اور خلاس سے روایت کی ہے۔ اور امام حسن بصری اور محمد اور خلاس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امام حسن بصری کی ملاقات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے ثابت ہے؟ اس کے جواب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان دونوں حضرات کی ملاقات کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت شاہ کی تحقیق کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے۔ فرماتے ہیں:

ولكن في ملاقات الحسن البصرى مع ابى هريرة اختلاف۔ كذا سمعت۔ (جلد۲، ق۳۲۱ ب)

ترجمہ:- لیکن حضرت حسن بصری کی حضرت ہریرہ سے ملاقات کے بارے میں اختلاف ہے اسی طرح میں نے سنا۔

۵۱-باب قول الله تعالیٰ ووھبنا لداؤد سلیمان نعم العبدانه اواب الخ۔
ترجمہ:-حضرت سلیمان علیہ السلام کا باب۔اس کے تحت چار احادیث بیان کی گئی ہیں

دوسری حدیث یہ ہے۔

حدثنا خالد بن مخلدنا مغیرۃ بن عبدالرحمٰن عن ابی الزنادعن الاعرج عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال سلیمان بن داؤد لاطوفن اللیلۃ علی سبعین امرأۃ تحمل کل امرأۃ فارسایجاھد فی سبیل اللہ فقال لہ صاحبہ ان شاء اللہ فلم یقل فلم یحملن شیئاً الاو احدا ساقطاً احدی شقیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو قالھا لجاھدوا فی سبیل اللہ قال شعیب وابن ابی الزناد تسعین وھو اصح۔

ترجمہ:-ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا۔ہم سے مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے ابوزناد کے حوالے سے بیان کیا۔انہوں نے اعرج سے ابوہریرہ کے حوالے سے بیان کیا۔ابوہریرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی آپ نے فرمایا۔حضرت سلیمان بن داؤد نے کہا آج رات میں ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا۔پس ہر عورت ایک سوار جنے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ان کے ایک ساتھی نے ان سے کہا ان شاء اللہ لیکن انہوں نے یہ الفاظ نہ کہے۔تو ایک کے سوا کوئی عورت حاملہ نہ ہوئی۔اور اس بچے کا بھی ایک پہلو بیکار تھا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر انہوں نے ان شاء اللہ کہا ہوتا تو (بچے پیدا ہو کر) ضرور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔شعیب نے ابوالزناد سے ۹۰ بیویوں کی روایت کی ہے اور زیادہ صحیح بھی ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں تحقیق پیش کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویاں اور سات سو باندیاں تھیں۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے:

كانت لسليمان عليه السلام ثلاث مأة زوجة وسبع مأة امة۔ كذاسمعت عن الشيخ المحدث سلمه الله۔

(جلد۲ ق ۳۲۲ب)

ترجمہ:۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویاں اور سات سو باندیاں تھیں۔ میں نے شیخ المحدث سلمہ اللہ سے اسی طرح سنا۔

۵۲-باب حدثنا ابو اليمان انا شعيب نا ابو الزناد عن عبدالرحمن حدثه انه سمع اباهريرة انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ۔

اس باب کے ذیل میں کئی احادیث نقل کی گئی ہیں جو مختلف حالات وواقعات پر مشتمل ہیں۔ دوسری حدیث یہ ہے:

حدثنا عبدالله بن مسلمه عن مالك عن ابن شهاب عن حميد بن عبدالرحمن انه سمع معاوية بن ابى سفيان عام حج على المنبر فتناول قصة من شعر كانت فى يد حرسى فقال يا اهل المدينة اين علماء كم سمعت النبى صلى الله عليه وسلم ينهى عن مثل هذا ويقول انما هلكت بنو اسرائيل حين اتخذها نساء هم۔

ترجمہ:- ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے حمید بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان سے سنا۔ جس سال انہوں نے حج کیا تو منبر پر پاسپان کے ہاتھوں سے بالوں کا ایک گچھا لیکر فرمایا اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح بال جوڑنے سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اور آپ فرمایا کرتے کہ بنی اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے اس طرح بال جوڑے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ انسانی بالوں کو جوڑنا جائز نہیں۔ لیکن یہ بال اگر غیر انسان کے ہوں یا جانور کے ہوں تو ایسی صورت میں کیا مسئلہ ہوگا۔ شاہ صاحب درج ذیل سطور میں اس اشتباہ کو دور کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ امام محمد کے نزدیک اگر جانور یا کسی دوسری مخلوق کے بال ہوں تو انہیں جوڑا جا سکتا ہے۔ یہ فعل جائز ہوگا۔ اصل عبارت یہ ہے:

> واجازہ محمد اذا کانت من غیر انسان بل من الحیوانات ۔ کذا سمعت۔ (جلد۲، ق ۳۲۸ الف)
>
> ترجمہ:- امام محمد نے اس کی اجازت دی ہے جب بال کے گچھے غیر انسانی بلکہ حیوانی ہوں۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۵۳- باب قصۃ زمزم و جھل العرب۔ ترجمہ:- زمزم کا قصہ اور عربوں کی جہالت۔

امام بخاری نے یہ جو باب باندھا ہے۔ اس کے مطالب بیان کرنے میں محدثین کرام نہایت پریشان ہوئے اور محو حیرت بھی۔ کیونکہ بظاہر زمزم اور عربوں کی جہالت کے

دوں میں کوئی جوڑ سمجھ میں نہیں آتا اور نہ ان دونوں واقعات میں کوئی مناسبت نظر آتی ہے۔ ایسی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری نے ایسا کیوں کیا ہے۔ اس کا جواب محدثین کرام نے دیا ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب ان کے جواب سے مطمئن نہیں ہوئے۔ اسی بنا پر فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ بخاری کے مطالب بیان کرنے میں علماء کرام حیرت زدہ ہیں۔ انہوں نے اس کے مطالب بلاشبہ بیان کیے ہیں لیکن وہ صحیح نتائج تک نہیں پہنچ سکے اور نہ امام بخاری کے اصل مقصد تک پہنچ سکے ہیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے اپنی تحقیق پیش کی ہے جس کو وہ اہم ترین تحقیق سمجھتے ہیں اور جس کا اظہار انہوں نے والذی وفق هذاالعبدالضعیف لفهمه سے کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

تحیر الناس فی هذه المطالب التی ترجم البخاری لها ولم یهتدو الی مقصده فیها والذی وفق هذاالعبد الضعیف لفهمه ان البخاری عمدههنا الی قصص اطال الکلام فیهامحمد بن اسحاق فی سیرته ولکل منها شاهدامن الاحادیث الصحیحه علی شرطه فذکر ابن اسحاق قصة تبائعة الیمن من حمیر فاتی البخاری لها بشاهد و هوذکر قحطان فی الحدیث الصحیح و ذکر حلف الفضول وغیرها من معاملاتهم فیما بینهم فاشارالیهاالبخاری بقوله ما ینهی من دعوی الجاهلیة و ذکر قصة تسلط خزاعة

علی مکة بعد ما اخرجوا جرهما و اتی البخاری
لہابشاهد وهو ذكر عمرو بن لحی و تسئیه السوائب
وذکر قصة حفر عبدالمطلب الزمزم فاتی لها بشاهد
و هو حدیث اسلام ابی ذرو شربه من زمزم فانه یدل
علی ان زمزم کان موجودا فی اول مبعث النبی صلی
الله علیه وسلم و ذکر الدارمی قبل ذکر مبعث النبی
صلی الله علیه وسلم جهل العرب واخرج قصة رجل
ذکر عندالنبی صلی الله علیه وسلم انه قتل ابنته فی
الجاهلیة فاتی البخاری لهابشاهد وهوقوله تعالیٰ قد
خسر الذین قتلوا اولادهم وذکر ابن اسحاق نسبه
صلی الله علیه وسلم الی سیدنا اسمٰعیل و روی عن
مالك انه کره رفع النسب الی مافوق الاسلام
فانتصر البخاری لابن اسحاق وذکر ابن اسحاق فی
میلاد النبی صلی الله علیه وسلم قصة الخیل واستیلاء
الحبش علی الیمن فلم یجد البخاری لهاشاهدا الا
قوله تعالی الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل
وذکر الحبشة فی الحدیث وخطابهم بیابنی ارفدة۔
هذا مالاح لی والله اعلم عندالله تعالیٰ من تعلیقات
شیخنا الاعظم ولی الله سلمه الله ۔ (ج۲،ق۳۳۲الف)

ترجمہ:۔امام بخاری نے یہ جو باب باندھا ہے اس کے مطالب بیان
کرنے میں علماء عصر پریشان ہوئے تاہم وہ امام بخاری کے مقصود تک

نہیں پہنچ سکے۔ اس حقیر بندے (شاہ ولی اللہ) کو اللہ تعالیٰ نے اس کے سمجھنے کی جو توفیق دی وہ یہ ہے کہ امام بخاری نے ان واقعات کو بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے جنھیں محمد بن اسحاق نے اپنی سیرت میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنی شرط پر ہر واقعہ کا ثبوت صحیح احادیث سے پیش کیا ہے۔ اسی بنا پر ابن اسحاق نے اہل یمن کی جماعت کا واقعہ بیان کیا تو امام بخاری نے اس کے لیے ثبوت پیش کیا اور وہ صحیح حدیث سے قحطان کا ذکر ہے۔ انہوں نے حلف الفضول اور ان کے آپسی معاہدات وغیرہ کا ذکر کیا تو امام بخاری نے اپنے قول ما ینھی من دعوی الجاھلیۃ سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے جرہم کے نکالے جانے کے بعد مکہ معظمہ پر قبیلۃ خزاعہ کے تسلط کا قصہ بیان کیا تو امام بخاری نے اس کے ثبوت میں عمرو بن لحی اور سوائب (نذر والے جانور) کا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے عبدالمطلب کے زمزم کھودنے کا قصہ بیان کیا تو امام بخاری نے اس کے لیے ایک ثبوت پیش کیا اور وہ حضرت ابوذرؓ کے قبول اسلام اور زمزم پینے کا واقعہ ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت زمزم موجود تھا۔ امام دارمی نے بعثت نبوی کے بیان سے قبل جہالت عرب کا واقعہ بیان کیا اور اس سلسلے میں ایک آدمی کا واقعہ بیان کیا۔ جس نے آپؐ کے سامنے اپنا واقعہ بیان کیا کہ اس نے زمانۂ جاہلیت میں اپنی بیٹی کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے لیے امام بخاری نے ایک ثبوت پیش کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول قد خسر الذین قتلوا اولادھم ہے۔ ابن اسحٰق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ نسب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک پیش کیا اور امام

مالک سے روایت کی کہ وہ اسلام سے آگے اپنے نسب نامے کے بڑھانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں امام بخاری نے ان کی مدد کی۔ ابن اسحق نے میلاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں گھوڑے اور یمن پر فوج کے غلبے کا واقعہ بیان کیا۔ تو اس کے ثبوت میں امام بخاری صرف اللہ تعالیٰ کا قول الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل پیش کیا اور حدیث میں حبشہ اور ان کے خطاب یا بنی ارفدہ کا واقعہ بیان کیا۔ یہ وہ خیال ہے جو مجھے منکشف ہوا ویسے اللہ زیادہ جاننے والا ہے اور علم اس کے پاس ہے۔ یہ ہمارے شیخ اعظم ولی اللہ سلمہ اللہ کی تعلیقات سے اخذ کیا گیا۔

۵۴-باب مناقب ابی بن کعب۔ ترجمہ ابی بن کعب کے مناقب۔

یہ باب مناقب ابی بن کعب پر مشتمل ہے جس میں دو احادیث مذکور ہیں دوسری حدیث یہ ہے:

حدثنی محمد بن بشارنا غندرقال سمعت شعبة قال سمعت قتاده عن انس بن مالك قال قال النبی صلی الله علیه وسلم لأبی ان الله امر نی ان اقراء علیك لم یكن الذین كفروا قال وسمانی قال نعم فبكا۔

ترجمہ:- مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا۔ ان سے غندر نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا میں نے شعبہ سے سنا۔ انہوں نے کہا میں نے قتادہ سے سنا انہوں نے حضرت انس بن مالک سے بیان کیا انہوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابیؓ سے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں سورہ لم یكن الذین كفروا پڑھ کر سناؤں انہوں نے عرض کیا۔ کیا میرا نام لیکر؟ فرمایا۔ ہاں پس رونے لگے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لم یکن الذین کفرو والی سورہ حضرت ابی بن کعبؓ کو پڑھ کرسنائی۔تاکہ وہ اسی طریقہ قرأت پر قرآنی آیات پڑھیں۔سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا۔جبکہ آپ نبی آخرالزماں تھے۔پھر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سورہ کیوں پڑھی؟اس کی کیا خوبیاں ہیں اور کیا مصلحتیں ہیں؟

شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب نے اپنے حکیمانہ اندازِ تحقیق میں ان دونوں سوالوں کا بڑا شاندار جواب دیا ہے اور چونکہ یہ دونوں جواب ان کے اپنی تحقیقی سوچ اور فکر کا نتیجہ ہیں اس لیے انہوں نے الھمنی الحق عزو جل لکھ کراس کا اظہار کیا ہے۔اور اس کو الہام ربانی قرار دیا ہے۔جس سے اس کی دینی وعلمی عظمت کافی بڑھ جاتی ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں:بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو قرآن کی قرأت کا امام اور مقتدی بنانا مقدر کردیا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ ان کے سامنے یہ سورہ پڑھ کرسنادیں تاکہ آپؐ ہی کے لہجے اور طرز قرأت پر حضرت ابی بن کعب قرآن پڑھیں جو سب سے بہتر طریقہ قرأت ہے اور پھر دوسرے لوگ اس لہجے کی پیروی کریں اور قرآن پڑھنے میں انہیں اپنا امام تسلیم کریں۔

دوسرے سوال کا جواب شاہ صاحب نے یہ دیا ہے کہ اس سورۃ میں ایک جامع آیت وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ہے جو ملت حنفیہ کے تمام احکام کو محیط ہے اور تمام احکام اسی سے مستنبط ہوتے ہیں۔انہیں احکام کی تبلیغ واشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مبعوث فرمایا تھا۔یہی وجہ ہے آپؐ نے ان احکام کی تبلیغ واشاعت کے لیے پوری زندگی وقف کردی تھی۔ہاں مخالفت اگر کی تو صرف ان

احکام کی جنہیں یہود ونصاریٰ نے بدل ڈالا تھا۔ اور جن کی انہوں نے تحریف کر ڈالی تھی جیسے شرک، نماز نہ پڑھنا اور زکوٰۃ نہ دینا۔ اب شاہ صاحب کی اصل عبارت پڑھیے۔

الهمنى الحق عزوجل فى هذاالحديث ان وجه تخصيص ابى بالقرأة عليه هو ان الله تعالىٰ قدر فى سابق علمه ان يكون ابى سيد القراء و ينتهى اليه سلسلة الامة فى قرأةالقرآن فامره صلى الله عليه وسلم ان يقرأ عليه ليتشرف بذالك ويتعلم طريق قرأته صلى الله عليه وسلم احسن مايكون ووجه تخصيص سورة لم يكن ان فيها آية جامعة يمكن ان يستنبط منها جميع احكام الملة الحنفية وهى قوله وما امروا الاليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء الآية فانها تشيرالى ان النبى صلى الله عليه وسلم مبعوث لاقامة الملة الحنفية لايخالفها الافى امور كانت من تحريفا تهم كالشرك واهمال الصلوٰة والزكوٰة وهذه الآية كافية لمن كان عالماً بالملة الحنفيته التى كانت يوميذ فى معرفة اكثر الاحكام ـ من الشيخ المحدث سلمه الله تعالىٰ ـ (جلد۲،ق۳۵۵ب)

ترجمہ:- اس حدیث کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر الہام کیا ہے (کہ میں اس کی توجیہ وتشریح پیش کروں) (میرے خیال میں) حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو قرآن کی اس سورہ کو پڑھ کر سنانے کے لیے مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سابق علم میں مقدر

کر دیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب سید القراء ہوں گے۔ اور قرآن پاک کی قرأت میں امت مسلمہ کا سلسلہ انہیں پر ختم ہوگا۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ان کے سامنے پڑھیں تاکہ وہ اس عظیم دولت سے مشرف ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا طریقہ سیکھ لیں جو سب سے اچھا طریقہ قرآت ہے۔ سورہ لم یکن الذین خاص طور پر پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک جامع آیت ہے۔ جس سے ملت حنفیہ کے تمام احکام مستنبط کرنا ممکن ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما امروا الا لیعبد و الله مخلصین له الدین حنفاء ہے۔ کیونکہ یہ آیت بلاشبہ اشارہ کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملت حنفیہ کی اقامت کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے مخالفت صرف ان امور میں کی جن میں یہود ونصاری نے تحریفات کر دی تھیں۔ جیسے شرک اور ترک نماز وزکوۃ۔ یہ آیت اس شخص کے لیے کافی ہے جو ملت حنفیہ کا عالم اور جاننے والا ہو۔ یہ ملت حنفیہ وہی ہے جس کے اکثر احکام آپ کے دور میں متعارف ہو چکے ہیں۔ از افادات شیخ المحدث سلمہ اللہ تعالیٰ۔

☆☆☆

صحیح البخاری جلد سوم HL.No. 443A

۵۵-باب دعاء النبی صلی الله علیه وسلم علی کفار قریش شیبة و عتبة والولید وابی جهل بن هشام و هلاکهم۔

ترجمہ:-رسول خدا کا سرداران قریش کی ہلاکت کے لئے دعا کرنا اور وہ شیبہ، عتبہ، ولید اور ابوجہل بن ہشام ہیں۔

امام بخاری نے اس باب میں وہ احادیث نقل کی ہیں جن میں سرداران قریش کی ہلاکت کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعائیں کی تھیں۔اس میں مختلف احادیث ہیں آخری حدیث یہ ہے:

حدثنی عثمان نا عبدة عن هشام عن ابیه عن ابن عمر قال وقف النبی صلی الله علیه وسلم علی قلیب بدر فقال هل وجدتم ما وعد ربکم حقاً ثم قال انهم الآن یسمعون ما اقول فذکر لعائشة فقالت: انما قال انهم الآن لیعلمون ان الذی کنت اقول لهم هو الحق ثم قرأت انك لا تسمع الموتیٰ حتی قرأت الآیة۔

ترجمہ:-عثمان نے مجھ سے بیان کیا۔ان سے عبدہ نے ہشام کے حوالے سے بیان کیا۔انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے ابن عمر سے بیان کیا انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم نے اپنے رب کے سچے وعدے کو پالیا۔پھر فرمایا یہ اب میری بات سن رہے ہیں۔

جب اس بات کا ذکر حضرت عائشہؓ سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ انہیں اب بخوبی معلوم ہو گیا ہے کہ جو کچھ میں کہتا تھا وہ حق ہے اور پھر انہوں نے قرآن پاک کی آیت پڑھی کہ بے شک مردے تمہارے سنانے سے نہیں سنتے انہوں نے آخر تک یہ آیت پڑھی۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے قرآنی آیت انك لاتسمع الموتی کے سلسلے میں فرمایا کہ یہاں الموتیٰ (مردے) سے مراد وہ گونگے، بہرے اور اندھے کفار کے نفوس مراد ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور ان کے دنیاوی احوال ایسے ہو گئے ہیں جیسے بے روح جسم ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں انہیں سنانا عادۃً نہایت مشکل امر ہے۔

شاہ صاحب کی اصل عبارت یہ ہے:

اعلم ان المراد بالموتیٰ فی الآیة نفوس الکفار الصم البکم العمی الذی ختم الله علی قلوبهم۔ واحوالهم فی الحیاة مثل الاجساد التی لا روح فیها فاسماعهم بعید جداً فی العادة الااذایخرق فعلی هذاالاتدافع بینهما کمازعمت عائشة رضی الله عنها۔ کذاسمعت۔ (جلد ۳، ورق ۳ ب)

ترجمہ:- جاننا چاہیے کہ اس آیت میں موتیٰ (مردے) سے اندھے، گونگے اور بہرے کفار مراد ہیں۔ جن کے قلوب پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہو۔ اور دنیا میں ان کے احوال ایسے ہیں جیسے بلا روح کے جسم۔ اس لیے

انہیں کوئی بات سنانا عادۃً نہایت مشکل ہے۔ مگر خرق عادت کے طور پر ہو
اس صورت میں کوئی تضاد نہیں رہا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
گمان کیا میں نے اسی طرح سنا۔

۵۶-باب تسمیة من سمی من اهل بدر فی الجامع۔ اصحاب بدر کے اسماء گرامی کا باب۔

اس باب میں امام بخاری نے ان صحابہ کرام کے اسماء گرامی پیش کیے ہیں جو شرکاء بدر کہے جاتے ہیں۔ یہ تعداد میں ۴۶ تھے جو یہ ہیں:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (۲) ابوبکر صدیق القرشی (۳) عمر بن الخطاب العدوی (۴) عثمان بن عفان القرشی (۵) علی بن ابی طالب الہاشمی (۶) ایاس بن البکیر (۷) بلال بن رباح مولی ابی بکر القرشی (۸) حمزہ بن عبدالمطلب الہاشمی (۹) حاطب بن ابی بلتعہ حلیف لقریش (۱۰) ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ القرشی (۱۱) حارثہ بن الربیع الانصاری (۱۲) خبیب بن عدی الانصاری (۱۳) خنیس بن حذافہ السہمی (۱۴) رفاعہ بن رافع الانصاری (۱۵) رفاعہ بن عبدالمنذر ابولبابہ الانصاری (۱۶) الزبیر بن العوام القرشی (۱۷) زید بن سہل ابوطلحہ الانصاری (۱۸) ابوزید الانصاری (۱۹) سعد بن مالک بن الزہری (۲۰) سعد بن خولہ القرشی (۲۱) سعید بن زید بن عمرو بن نفیل القرشی (۲۲) سہل بن حنیف الانصاری (۲۳) ظہیر بن رافع الانصاری (۲۴) واخوہ (۲۵) عبداللہ بن مسعود الہذلی (۲۶) عبدالرحمٰن بن عوف الزہری (۲۷) عبیدہ بن الحارث القرشی (۲۸) عبادہ بن الصامت الانصاری (۲۹) عمرو بن عوف حلیف بنی عامر بن لوی (۳۰) عقبہ بن عمرو الانصاری (۳۱) عامر بن ربیعہ العنزی (۳۲) عاصم بن ثابت الانصاری (۳۳) عویم بن ساعدہ الانصاری (۳۴) عتبان بن مالک الانصاری (۳۵) قدامہ بن مظعون (۳۶) قتادہ بن النعمان الانصاری (۳۷) معاذ بن عمرو بن الجموح (۳۸) معوذ بن عفراء

(۳۹) واقد (۴۰) مالک بن ربیعہ ابو اسید الانصاری (۴۱) مسطح بن اثاثہ بن عباد بن المطلب بن عبد مناف (۴۲) مرارہ بن الربیع الانصاری (۴۳) معن بن عدی الانصاری (۴۴) مقداد بن عمرو الکندی حلیف بنی زہرہ (۴۵) عتبہ بن مسعود ہذلی (۴۶) ہلال بن امیہ الانصاری۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس باب میں ۴۶ صحابہ کرام کے اسماء گرامی درج ہیں جو اوپر لکھے گئے ان میں پینتالیسواں نام عتبہ بن مسعود ہذلی لکھا ہے۔ جس کے نیچے بین السطور میں حضرت شاہ کی تحقیق لکھی ہوئی ہے کہ یہ نام یہاں غلط ہے۔

اصل عبارت یہ ہے:

سمعت عن الشیخ ان اسمه ههنا غلط۔

ترجمہ:- میں نے شیخ سے سنا کہ ان کا نام یہاں غلط ہے۔

(جلد دوم ق ب)

۴۵۔ باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب۔ ترجمہ:- غزوۂ خندق کا باب۔

امام بخاری نے اس باب میں غزوۂ خندق سے متعلق احادیث نقل کی ہیں۔ ایک حدیث حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے جو کہ یہ ہے:

حدثني ابراهيم بن موسى اخبرنا هشام عن معمر عن
الزهري عن سالم عن ابن عمر قال واخبرني ابن
طاؤس عن عكرمة بن خالد عن ابن عمر قال دخلت
على حفصة رضي الله عنها ونسواتها تنطف قلت
قد كان من امر الناس ما ترين فلم يجعل لي من الامر

شئی فقالت الحق فانهم ینتظرونك واخشی ان یکون فی احتباسك عنهم فرقة فلم تدعه حتی ذهب فلما تفرق الناس خطب معاویة قال من کان یرید ان یتکلم فی هذا الامر فلیطلع لنا قرنه فلنحن احق به منه و من ابیه قال حبیب بن مسلم فهلا اجبته قال عبدالله فحللت حبوتی وهممت ان اقول احق بهذا الامر منك من قاتلك واباك علی الاسلام فخشیت ان اقول کلمة تفرق بین الجمیع و تسفك الدم ویحمل عنی غیر ذالك فذکرت ما اعدالله فی الجنان قال حبیب حفظت وعصمت قال محمود عن عبدالرزاق و نوساتها۔

ترجمہ:۔ ابراہیم بن موسیٰ نے مجھ سے بیان کیا۔ ہم سے ہشام نے معمر سے بیان کیا معمر نے زہری سے اور انہوں نے سالم سے اور انہوں نے ابن عمر سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مجھے ابن طاؤس نے عکرمہ بن خالد کے حوالے سے خبر دی۔ انہوں نے ابن عمر سے بیان کیا ابن عمر نے فرمایا کہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے گیسوئے مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ لوگوں نے خلافت کے بارے میں جو کچھ کیا وہ آپ ملاحظہ فرما رہی ہیں۔ اگرچہ مجھے بذات خود خلافت سے کچھ دلچسپی نہیں ہے۔ فرمایا۔ تم لوگوں سے جا کر ملو وہ تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اور مجھے ڈر ہے کہ تمہارے نہ جانے کے باعث ان میں نا اتفاق نہ ہو جائے۔ وہ برابر اصرار کرتی رہیں حتیٰ کہ ابن عمر گئے جب لوگ منتشر

ہو گئے تو حضرت معاویہ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ جو اس معاملہ میں بات کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے سامنے بات کرے۔ کیونکہ ہم اس سے بلکہ اس کے باپ سے بھی زیادہ حق دار ہیں۔ حبیب بن مسلمہ نے کہا کہ آپ نے انہیں جواب کیوں نہ دیا! حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں جواب دینا چاہتا تھا اور میرا یہ کہنے کا ارادہ ہوا کہ آپ سے خلافت کا وہ زیادہ مستحق ہے جو اسلام کی خاطر آپ سے اور آپ کے باپ سے جنگ کر چکا ہے لیکن میں ڈرا کہ یہ بات کہنے سے مسلمانوں کے اتحاد کو نقصان پہنچے گا اور خون بہے گا۔ اور میری طرف سے اس بات کا کچھ اور مطلب نکالا جائے گا۔ پس میں اس ثواب کو یاد کر کے خاموش رہا جو اللہ نے جنت میں تیار کیا ہوا ہے۔ حبیب بن مسلمہ نے کہا کہ واقعی آپ نے مسلمانوں کو فساد سے محفوظ رکھا اور خون ریزی سے بچالیا ہے۔ محمود نے عبدالرزاق سے جو روایت کی ہے اس میں نسواتہا کی جگہ نوساتہا ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے اس حدیث کی روشنی میں اس تاریخی واقعہ کی مزید وضاحت کی ہے اور لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے جواب میں حضرت حسین بن علی نے یزید کے برخلاف اپنی خلافت کے استحقاق کا کس جرأت مندی سے اظہار کیا۔

اصل عبارت یہ ہے:

من خطبة معاوية فی آخر حجة حجها حین دخل المدینة علی اربعة عبدالرحمن بن ابی بکر وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن الزبیر وحسین بن علی وغیرهم

من اهل الحل والعقد بنصب يزيد على الامارة فرضى
عبدالرحمن بالمال وقال ابن الزبير بان هذا رسم
ملوك العجم وانت حى لا تقل مثل ذالك تطيراً و
سكت ابن عمر وقال حسين بن على رضى الله عنه انا
احق بهذا الامر فى حياتك وبعد مماتك فغضب معاويه
وقال ارى انه يسيل عن رأسك الدم مثل سنام
الهدى۔ كذا سمعت۔ (جلد۳ ورق ۱۸ الف)

ترجمہ:۔ یہ حضرت معاویہ کے آخری حج کا خطبہ ہے۔ جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی وغیرہ متعدد دوسرے اہل حل وعقد کے سامنے یزید کو امیر بنانے کی بات رکھی۔ حضرت عبدالرحمٰن مال سے راضی ہو گئے۔ ابن الزبیر نے کہا یہ عجمی بادشاہوں کا طریقہ ہے۔ آپ زندہ ہیں آپ کے لیے اس طرح کہنا مناسب نہیں۔ ابن عمر خاموش ہو گئے لیکن حضرت حسین بن علی نے کہا۔ میں آپ کی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اس منصب کا زیادہ حق دار ہوں۔ یہ سن کر حضرت معاویہ غصہ ہو گئے۔ اور کہا میرا خیال ہے کہ تمہارے سر سے قربانی کے جانور کی مانند خون بہے گا۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۵۸- باب غزوة خيبر۔ ترجمہ:۔ غزوۂ خیبر کا باب۔

یہ باب غزوۂ خیبر سے متعلق ہے۔ جس میں مختلف احادیث بیان کی گئی ہیں ایک حدیث حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتو گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

حدیث یہ ہے:

حدثنا يحيى بن قزعة نامالك عن ابن شهاب عن عبدالله والحسن ابنى محمد بن على عن ابيهما عن على بن ابى طالب رضى الله عنهم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن متعة النساء يوم خيبر وعن اكل الحمر الانسيه۔

ترجمہ:۔ ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا۔ ہم سے مالک نے ابن شہاب سے بیان کیا۔ انہوں نے عبداللہ اور حسن بن محمد بن علی سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ سے بیان کیا۔ انہوں نے علیؓ بن ابی طالب سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتو گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

اس حدیث میں حرمت متعہ کا ذکر یوم خیبر کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ متعہ صرف غزوۂ خیبر کے دن حرام ہوا جبکہ متعہ مستقلاً ممنوع قرار دیا گیا ہے اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی تحقیق پیش کی ہے جو یہ ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یوم خیبر کا جو لفظ حرمت متعہ کے ذیل میں لایا گیا ہے وہ امام زہری کا وہم ہے کیونکہ دوسرے طرق حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ متعہ اوطاس میں حرام قرار دیا گیا تھا۔ اس لیے ایسی صورت میں حدیث کی عبارت یہ ہوگی: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن متعة النساء وعن اكل لحوم الحمر الانسيه يوم خيبر۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعہ سے اور

یوم خیبر میں پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کیا تھا۔

اب شاہ صاحب کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

اعلم ان کلمة یوم خیبر فی حرمة المتعة انما هو وهم من الزهری ویعلم من الطرق الآخر ان حرمة المتعه فی الاوطاس فلعل العبارة ان یکون علی هذا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن متعة النساء وعن اکل لحوم الحمرالانسیه یوم خیبر۔ فیوم خیبر متعلق باکل۔ کذاسمعت والله اعلم۔(جلد۳ق۳۰ب)

ترجمہ:- جان لو کہ حرمت متعہ کے ذیل میں کلمہ یوم خیبر لانا امام زہری کا وہم ہے کیونکہ دوسرے طرق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ متعہ کی حرمت اوطاس میں ہوئی تھی ایسی صورت میں عبارت یوں ہوگی: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن متعة النساء وعن اکل لحوم الحمرالانسیه یوم خیبر۔ پس یہاں یوم خیبر کا تعلق اکل سے ہوگا۔ میں نے اسی طرح سنا۔

۵۹- باب السریة التی قبل نجد۔ ترجمہ نجد کی طرف جانے والے سریہ کا باب۔

اس باب کے ذیل میں امام بخاری نے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجد کی طرف جو سریہ روانہ ہوا تھا۔ اس کے مجاہدین کو مال غنیمت کے طور پر حصے ملے تھے۔ حدیث یہ ہے:

حدثنا ابوالنعمان ناحماد نا ایوب عن نافع عن ابن عمر قال بعث النبی صلی الله علیه وسلم سریة قبل نجد فکنت فیها فبلغت سهامنا اثنی عشر بعیرا

ونفلنا بعیرا فرجعت بثلاثة عشر بعیرا۔

ترجمہ:۔ ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا۔ ہم سے حماد نے نافع سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن عمر سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک سریہ روانہ کیا۔ جس میں میں شریک تھا۔ اس میں ہم لوگوں کا حصہ بارہ اونٹ فی کس تھا۔ اس کے بعد ہمیں مزید ایک اونٹ ملا۔ پس میں تیرہ اونٹ لیکر واپس آیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شرکاء سریہ نجد کو بارہ بارہ اونٹ مال غنیمت کے طور پر ملے تھے۔ اس کے بعد ایک ایک اونٹ مزید ملا۔ لیکن اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام دستور یا طریقہ کار کیا تھا۔ جبکہ یہ بات طے ہے کہ ہر سریہ اور غزوہ کے لیے آپ کا ایک مخصوص نظام اور دستور ہوتا تھا۔ جس میں مجاہدین کی قربانی اور خلوص کا پورا پورا خیال کیا جاتا تھا۔ شاہ صاحب نے اس بنا پر اس کے ذیل میں کچھ اہم باتیں تحریر کی ہیں اور آپ کے طریقہ کار کی وضاحت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام قاعدہ یہ تھا کہ آپ سریہ میں حصہ لینے والوں کو ہدایت فرما دیتے تھے کہ انہیں جو مال غنیمت حاصل ہوں ان کی چوتھائی وہ آپس میں تقسیم کر لیں۔ جو مال بچ جائے وہ آپ کی خدمت میں حاضر کریں پھر آپ یہ مال غنیمت تمام مجاہدین اور ان کے ساتھ آنے والوں کے درمیان تقسیم کر دیتے تھے۔ اس طرح اہل سریہ دو مرتبہ مال غنیمت حاصل کر لیتے تھے۔ جیسا کہ مذکورہ حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

اب اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

وكان يامر لاهل السرية ان يقسموا ربع الغنيمة على انفسهم ويأتون بما بقى عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم يقسم النبى على جميع المجاهدين من اهالى السريه والذين معه فيجدون اهل السرية مرتين كما يفهم من الحديث المذكور۔ كذا سمعت۔

(جلد۳ ق۳۲ ب)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل سریہ کو حکم دیدیتے تھے کہ مال غنیمت کا چوتھائی حصہ آپس میں تقسیم کرلیں اور بقیہ مال آپؐ کی خدمت میں حاضر کریں۔ جو مال آپؐ کی خدمت میں آتا اس کو آپؐ اہل سریہ کے تمام مجاہدین میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ اس طرح اہل سریہ دوبار مال غنیمت حاصل کرلیتے تھے۔ جیسا کہ حدیث سے مفہوم ہوتا ہے۔

۶۰- باب قوله عزوجل مانسخ من آية او ننسهانات بخير منها۔ ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا قول مانسخ من آية او ننسها نات بخير منها کا باب۔

اس باب میں امام بخاری نے منسوخ آیات قرآنی والی حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنى عمرو بن على نايحيى ناسفيان عن حبيب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال قال عمر رضى الله عنه اقرؤنا ابى واقضانا على وانا لندع من قول ابى وذالك ان ابيا يقول لاادع شيئاً سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد قال الله عزوجل مانسخ من آيةً اوننسها۔

ترجمہ:- مجھ سے عمرو بن علی نے بیان کیا۔ ہم سے یحیٰی نے اور ان سے

سفیان نے حبیب سے روایت کی۔ انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی انہوں نے کہا حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ہم میں سب سے بڑے قاری حضرت ابی بن کعب ہیں اور سب سے بڑے قاضی حضرت علی ہیں لیکن ہم ابی ابن کعب سے اس قول کو چھوڑ دیتے ہیں جبکہ انہوں نے کہا کہ (قرآن کریم سے) جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اسے نہیں چھوڑوں گا۔ حالانکہ نسخ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ماننسخ من آیۃ او ننسھا۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

منسوخ آیات قرآن کے سلسلے میں علماء تفسیر کے مختلف خیالات ملتے ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے۔ یہ پانچ سو آیت ہیں۔ قاضی ابوبکر نے فرمایا ہے یہ اکیس آئتیں ہیں۔ لیکن حضرت شاہ صاحب کی تحقیق ان سب سے الگ اور نرالی ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ یہ صرف پانچ آیات ہیں۔ بقیہ تمام آئتیں اپنے معنی و مفہوم کے لحاظ سے مربوط ہیں۔ اور ان میں سے کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کو منسوخ قرار دیا جائے۔ شاہ صاحب نے اپنی تحقیق کو اس بات کے حاشیہ میں پیش فرمایا ہے۔ جس کو ان کے شاگرد نے سمعت عن الشیخ المحدث لکھ کر تحریر کیا ہے۔

اصل عبارت دیکھیے:

قیل المنسوخات خمس مأۃ وقال القاضی ابوبکر انھا احدی وعشرون آیۃ۔ وسمعت عن الشیخ المحدث۔ سلمہ اللہ ان کلھا یطابق بالمعنی بھا الا الخمس آیات۔ (جلد ۳، ق ۵۹ الف)

ترجمہ:- کہا گیا ہے کہ منسوخ آیات قرآنیہ پانچ سو ہیں۔ قاضی ابوبکر نے
کہا یہ اکیس آیتیں ہیں لیکن میں نے شیخ المحدث سلمہ اللہ سے سنا ہے کہ تمام
آیات معنوی اعتبار سے ایک دوسرے سے مربوط ہیں صرف پانچ اس
سے مستثنیٰ ہیں۔ (جلد ۳، ق ۵۹ ب)

۷۱-سورہ بنی اسرائیل:

اس عنوان کے تحت مختلف ابواب قائم کیے گئے ہیں اور ہر باب کے تحت اس سورہ کی مختلف آیات کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ جو مختلف رواۃ کے حوالوں سے ہے پہلی روایت حضرت ابن مسعود اور حضرت عباسؓ کی ہے۔ جنہوں نے مختلف الفاظ کی تفسیر بیان کی ہے۔ حضرت ابن مسعود نے سورہ بنی اسرائیل سورہ کہف اور سورہ مریم کے بارے میں فرمایا انهن من العتاق الاول وهن من تلادی۔

حضرت شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب نے لفظ تلادی کی تحقیق پیش کی ہے۔ جو فارسی زبان میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ تلاد اس مال کو کہتے ہیں جو وراثت میں حاصل ہو اور جس میں کسب کا کوئی دخل نہ ہو بخلاف مال طارف کے کہ یہ وہی مال ہوتا ہے جو کسب سے حاصل ہو۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو:

> تلاد مالیکہ بطریق ارث بدست آید، وکسب را دروی دخل نہ باشد بخلاف مال طارف کذا سمعت۔ (جلد ۳، ق ۸۳ ب)

> ترجمہ:- تلاد اس مال کو کہتے ہیں جو وراثت کے ذریعہ حاصل ہو۔ اور اس میں کسب کا کوئی دخل نہ ہو۔ بخلاف مال طارف کے۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۷۲- حضرت ابن عباسؓ نے ایک لفظ خطا کی تفسیر اثما یعنی گناہ سے کی ہے۔ پھر آگے

فرماتے ہیں وھو اسم من خطئیت والخطا مفتوح مصدرہ من الاثم خطئیت بمعنی اخطأت۔

شاہ صاحب نے مصدرہ من الاثم کے تحت اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مصدرہ من الاثم کا معنی یہ ہوا کہ اس کا ماخذ لفظ اثم ہے۔

اصل عبارت یہ ہے:

قوله مصدره من الاثم معناه ماخذه من لفظ الاثم وهو خطئت لكن بمعنى اخطيئت يقول لفظ خطيئت واحد وله معنيان اثمت واخطأت والمفتوح ماخوذة منه اذا كان بالمعنى الثاني۔ عن شيخ المحدث ولى الله سلمه الله۔ (جلد۳ ص۸۵ ب)

ترجمہ:- ان کے قول مصدرہ من الاثم کا معنی یہ ہوا کہ یہ اس کا ماخذ لفظ اثم ہے۔ اور وہ خطیئت ہے۔ لیکن اخطیت کے معنی میں ہے لفظ خطیت واحد ہے جس کے دو معنی ہیں۔ اثمت واخطأت مفتوح اس سے ماخوذ ہے۔ جب کہ وہ دوسرے معنی میں ہو شیخ المحدث ولی اللہ سلمہ اللہ سے منقول ہے۔

۶۳- حم الزخرف۔ ترجمہ سورہ الزخرف کی تفسیر:

امام بخاری نے اس باب کے تحت سورہ الزخرف کی مختلف آیات کی تفسیر بیان کی ہے۔ سب سے پہلے امام مجاہد کا قول پیش کیا ہے جو علی امۃ اور وقیلہ یارب کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ بخاری شریف کی عبارت یہ ہے:

وقال مجاهد على امة على امام وقيله يارب تفسيره ايحسبون انا لا نسمع سرهم ونجواهم ولا

نسمع قیلھم۔

ترجمہ:۔مجاہد نے کہا علی امۃ یہاں علی امام کے معنی میں ہے۔اور قیلہ یارب کی تفسیر یہ ہے کہ کیا انہیں گمان ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں، کانا پھوسی اور گفتگو نہیں سنتے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب نے آیت وقیلہ یارب کے تحت حاشیہ میں اپنی تحقیق پیش کی ہے جس کی اصل عبارت یہ ہے:

قولہ تعالی وقیلہ الخ اقول وعندی ان معناہ ورب قیل للرسول یارب والواو ھی التی تکون بمعنی رب رجل ولا حاجۃ الی معطوفۃ علیہ۔ولی اللہ ۔(جلد۳،ق۱۰۵ب)

ترجمہ:۔اللہ تعالٰی کے قول وقیلہ الخ کے بارے میں میرا خیال/کہنا یہ ہے کہ میرے نزدیک اس کے معنی ہیں، بسا اوقات رسولؐ سے واللہ ورب کے ساتھ کہا جاتا ہے۔یہاں واو وہ ہے جو رب رجل کے معنی میں ہے اور اس میں عطف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

۶۴- باب قولہ لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر الآیہ۔

امام بخاری نے اس باب کا آغاز قرآنی آیت لیغفرلک اللہ ماتقدم الخ سے کیا ہے۔اور پھر اس کے تحت کئی احادیث نقل کی ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل مغفرت کا ثبوت ملتا ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

امام بخاری نے اس باب میں جو قرآنی آیت درج کی ہے۔اس کے بین السطور میں حضرت شاہ ولی اللہ کی ایک تحقیق ملتی ہے۔وہ تحقیق یہ ہے کہ یہ آیت آنحضرت محمد صلی

اللہ علیہ وسلم کے معصوم من الخطا ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ محض آپؐ پر اللہ کی رحمت کا فضل ہے کہ جو گناہ آپؐ سے سرزد ہوا وہ معاف ہو گیا۔ یہ معنی اگر مراد نہ لیا جائے تو آپ کے گناہوں کی معافی کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا۔

اصل عبارت یہ ہے:

(جلد۳ ق ۱۰۸ الف)

هذه الآية تدل على عصمته وهو فضل الرحمة على نبينا بحيث لو صدر منك ذنب لغفر والا فلا معنى لمغفرة الذنب الذى لم يصدر منه بعد۔ فتامل كذا سمعت۔ (جلد۳، ق ۱۰۸ الف)

ترجمہ:۔ یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ محض ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت خداوندی کا فضل ہے کہ اگر کسی گناہ کا آپ سے صدور ہوا تو وہ معاف کر دیا گیا۔ ورنہ گناہ کی معافی کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا جو اگر آپ سے کبھی سرزد نہیں ہوتا اس پر غور کرنا چاہیے۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۶۵۔سورة الليل اذا يغشى:

امام بخاری نے یہ باب سورہ واللیل اذا یغشی کی تفسیر کے لیے قائم کیا ہے۔ اس سلسلے میں کئی احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا قبيصة بن عقبه نا سفيان عن الاعمش عن ابراهيم عن علقمه قال دخلت فى نفر من اصحاب عبدالله الشام فسمع بنا ابو الدرداء فاتانا فقال افيكم من يقرأ فقلنا نعم قال فايكم اقرأ فاشاروا الى فقال اقرأ

فقرأت والليل اذا يغشى والنهار اذا تجلى وما خلق الذكر والانثى فقال انت سمعتها من فى صاحبك قلت نعم قال وانا سمعتها من فى النبى صلى الله عليه وسلم وهولاء يابون علينا ۔

ترجمہ:- ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) ہم سے سفیان نے اعمش سے اور اعمش نے ابراہیم سے روایت کی۔ انہوں نے علقمہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں اصحاب عبداللہ کی ایک جماعت کے ساتھ شام میں داخل ہوا۔ حضرت ابودرداء نے ہمارے آنے کی خبر سن لی تو وہ ہمارے پاس آئے اور کہا کیا تم میں کوئی قاری ہے؟ ہم لوگوں نے کہا ہاں! پھر کہا تم میں زیادہ اچھا پڑھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے کہا پڑھو چنانچہ میں نے والليل اذا يغشى والنهار اذا تجلى وما خلق الذكر والانثى پڑھا۔ انہوں نے دریافت کیا کیا تم نے اس کو اپنے صاحب کے منہ سے بھی سنا میں نے کہا ہاں! میں نے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سنا اور یہ لوگ ہم پر اعتراض کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی قرأت میں اختلاف ہوتا ہے جیسا کہ یہاں نظر آتا ہے۔ یہ اختلاف قرأت دراصل سبعہ احرف کے ذیل میں آتا ہے۔ جن پر قرآن پاک کا نزول ہوا۔ لیکن جس قرأت پر سب کا اتفاق ہے وہ ایسی قرأت ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آخری بار پیش کی تھی۔

اصل عبارت یہ ہے:

اعلم ان امثال هذا داخل فی سبعة احرف التی انزل الفرقان علیها واما القرأة التی اتفقوا علیها فهی آخر ماعرض جبرئیل علی النبی صلی الله علیه وسلم کذا سمعت۔ (جلد ۳، ق ۱۲۲الف)

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ اسی طرح کی مثالیں سبع احرف میں داخل ہیں جن پر قرآن پاک کا نزول ہوا۔ لیکن وہ قرأت جس پر تمام علمائے قرأت کا اتفاق ہے وہ قرأت وہ ہے جو حضرت جبرئیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آخری بار پیش کی تھی۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۷۶-باب ذهاب النساء والصبیان الی العرس۔ ترجمہ:- دعوت ولیمہ میں عورتوں اور بچوں کا جانا۔

امام بخاری نے یہ باب دعوت ولیمہ میں عورتوں اور بچوں کو جانے کے سلسلے میں قائم کیا ہے جس کی پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا عبدالرحمن بن المبارک نا عبدالوارث نا عبدالعزیز بن صهیب عن انس بن مالک قال ابصر النبی صلی الله علیه وسلم نساء وصبیانا مقبلین من عرس فقام ممتنا فقال اللهم انتم من احب الناس الیّ۔

ترجمہ:- ہم سے عبدالرحمن بن مبارک نے بیان کیا (انہوں نے کہا) ہم سے عبدالوارث نے اور ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے انس بن مالک سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عورتوں اور بچوں کو دعوت ولیمہ سے واپس آتے ہوئے دیکھا تو

آپ جوشِ مسرت میں کھڑے ہوگئے۔اور فرمایا۔خدا گواہ ہے کہ تم لوگوں میں سب سے پیارے ہو۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے اس حدیث کے ایک لفظ "ممتنا" پر تحقیق پیش کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ اگر میم کے کسرہ کے ساتھ ہو جو "المنۃ" سے ماخوذ ہوگا۔ تو اس کا معنی احسان (اچھا جاننا) کے ہوگا۔اور یہ اسم فاعل ہوگا۔اور اگر میم کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی مشتاق ہونے کے ہوگا۔

اصل عبارت یہ ہے:

وسمعت عن الشيخ المحدث سلمه الله انه اذا كان مشتقاً من المنته بكسر الميم بمعنى الاحسان ممتنا اسم فاعل بمعنى مفضلا واذا كان من الممتن بضم الميم فمعناه مشتاقاً اى مسرعا۔ (جلد۳،ق۱۴۵اب)

ترجمہ:- میں نے شیخ المحدث سلمہ اللہ سے سنا کہ جب "ممتنا" منۃ سے مشتق ہو جو میم کے کسرہ کے ساتھ ہے تو احسان کے معنی میں اسم فاعل ہوگا۔ مفضلا کے معنی میں ہوگا۔لیکن جب الممتن بضم الميم ہوگا تو اس کا معنی مشتاقا اى مسرعاً کے ہوگا۔

☆☆☆

صحیح البخاری جلد چہارم HL.No. 443B

۶۷- باب تبل الرحم ببلالها:

امام بخاری نے اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامے کے سلسلے میں ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثني عمرو بن عباس نا محمد بن جعفر نا شعبه عن اسمٰعيل بن ابى خالد عن قيس بن ابى حازم ان عمرو بن العاص قال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم جها رأغير سريقول ان آل ابى فلان ـ قال عمرو فى كتاب محمد بن جعفر بياض ليسوا باوليائ انما ولى الله و صالح المومنين زاد عنبسة بن عبدالواحد عن بيان عن قيس عن عمرو بن العاص قال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم ولكن له رحم ابلّها ببلالها قال كذا وقع وببلالها احود واصح وببلاء ها لا اعرف له وجهاً۔

ترجمہ:- ہم سے عمر بن عباس نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) ہم سے شعبہ نے اسمٰعیل بن ابی خالد سے قیس بن ابی حازم کے حوالے سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا) کہ

عمرو بن العاص نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آہستہ نہیں بلکہ بلند آواز سے سنا کہ بیشک میرے والد ماجد کی آل فلاں ہے۔ عمرو کا بیان ہے کہ محمد بن جعفر کی کتاب میں آگے بیچ (خالی) جگہ تھی (پھر یہ تھا کہ) میرا کوئی ولی نہیں۔ میرا ولی تو اللہ ہے اور نیک مسلمان ہیں۔ عنبسہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے جو انہوں نے عبدالواحد سے انہوں نے قیس سے روایت کی کہ عمرو بن العاص نے کہا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہاں میری اس شخص کے ساتھ رشتہ داری ہے۔ جسے میں اس کی رعایت کے ساتھ قائم رکھتا ہوں۔ اصل لفظ بلا لہا ہے جو صحیح ترین ہے اور بلاءہا کی صورت کو میں صحیح نہیں مانتا۔ انہوں نے کہا اس طرح واقع ہوا:

وبیلا لھا اجود واصح ۔ وبیلاء ھا لا اعرف وجھا۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والد ماجد کی آل کے نام لیے بغیر آل ابی فلاں فرمایا۔ جو وضاحت طلب ہے۔ اس بنیاد پر اس کا معنی یہ ہوگا کہ یہ قرابت داری کے لحاظ سے نہیں بلکہ صلاح و ایمان کے اعتبار سے میرے احباب نہیں ہیں یا عقیل بن ابی طالب کی نسبت فرمایا۔ کیوں کہ انہوں نے بہت بعد میں اسلام قبول کیا۔ یا اس سے مراد ابوسفیان ہیں۔

اصل عبارت یہ ہے:

قولہ فلان کذا فی بعض النسخ والمرادمنہ ابی طالب فعلی ھذا معنی لیسوا باحبائی من جھۃ القرابۃ بل من جھۃ الصلاح و الایمان۔ اوقال بنسبۃ عقیل بن ابی

طالب لان اسلامه کان متاخراً جداً او المراد منه ابی سفیان لکن ترك البیاض فی کتاب محمد بن جعفر بابی عن ذالك کذا سمعت۔ (جلد۲، ورق ۱۲۷ب)

ترجمہ:۔آپ کا قول "فلاں" بعض نسخوں میں اسی طرح آیا ہے۔اس سے مراد ابوطالب ہیں۔اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ یہ قرابت داری کے اعتبار سے نہیں بلکہ صلاح وایمان کے لحاظ سے میرے احباب نہیں ہیں۔یا آپ نے عقیل بن ابوطالب کے بارے میں فرمایا کیونکہ انہوں نے بہت بعد میں اسلام قبول کیا۔یا اس سے مراد ابوسفیان ہیں۔لیکن محمد بن جعفر کی بیاض میں "بابی" چھوٹ گیا۔

۶۸- باب الدعاء اذا انتبه من اللیل۔ترجمہ:۔رات کو جاگ اٹھے تو اس وقت کے دعا کا باب۔

یہ باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے بارے میں قائم کیا گیا ہے۔جس میں دو حدیث مذکور ہیں۔

پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا علی بن عبداللہ نا ابن مهدی عن سفیان عن سلمه عن کریب عن ابن عباس قال بت عند میمونة فقام النبی صلی اللہ علیه وسلم فاتی حاجته فغسل وجهه ویدیه ثم نام ثم قام فاتی القربة فاطلق شناقها ثم توضاء وضوءاً بین وضوئین لم یکثر وقد ابلغ فصلی فقمت فتمطیت کراهیة ان یری انی کنت ارقبه فتوضأت فقام یصلی فقمت عن یساره فاخذ

بـاذنی فادار نی عن یمینه فتأ مت صلوته ثلاث عشرة رکـعة ثـم اضـطـجـع فنام حتی نفخ و کان اذانام نفخ فـاذنـه بـلال بـالصلوٰة ـ فصلی و لم یتـوضأو کان فی دعائه اللهم اجعل فی قلبی نوراً وفی بصری نوراً و فی سـمـعـی نـوراً و عـن یـمـینی نوراً وعن یسـاری نوراً وفوقی نـوراً و تـحـتـي نـوراً و امامی نوراً وخلفی نوراً و اجـعلني نوراً۔ قال کریب و سبع فی التابوت فلقیت رجلاً مـن ولـدالـعبـاس فـحدثنی بهن فذکـر عصبی ولحمی و دمی و شعری و بشری و ذکر خصلتین۔

ترجمہ: ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا۔(انہوں نے کہا) ہم سے ابن مہدی نے سفیان سے بیان کیا۔ انہوں نے سلمہ سے کریب کے حوالے سے بیان کیا۔انہوں نے ابن عباس سے بیان کیا انہوں نے روایت بیان کی کہ میں نے میمونہ کے یہاں رات گزاری۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔اور جب اپنی حاجت سے فارغ ہوئے تو منہ اور ہاتھ کو دھویا اور سو گئے۔ پھر کھڑے ہوئے مشکیزے کے پاس آئے۔ اس کا منہ کھولا اور درمیانہ وضو کیا یعنی تھوڑا یا زیادہ پانی استعمال نہیں فرمایا۔ پس آپ نے نماز پڑھی اور میں بھی کھڑا ہو گیا مگر دیر کر کے اٹھا۔ کیونکہ مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ آپ سمجھیں کہ میں دیکھ رہا تھا۔ پس میں نے وضو کیا اور نماز پڑھنے کے لیے آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے میرا کان پکڑا اور مجھے دائیں جانب کھڑا کر لیا۔ آپ نے پوری تیرہ رکعتیں پڑھیں۔ پھر لیٹے اور سو گئے۔ یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے۔ اور آپ

جب بھی سوتے تو خراٹے لیتے۔ پھر حضرت بلال نے نماز کے لیے اذان پڑھی۔ پھر آپ نے نماز پڑھی۔ اور وضو نہ فرمایا۔ اور آپ اپنی دعا میں کہہ رہے تھے۔ اے اللہ میرے دل میں نور پیدا کردے۔ اور میری نگاہوں میں نور اور میری سماعت میں نور اور میرے دائیں نور اور میرے بائیں نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے آگے نور اور میرے پیچھے نور کردے۔ مجھے نور بنادے۔ کریب کا بیان ہے کہ آپ نے سات چیزوں کا ذکر فرمایا۔ جو تابوت میں تھیں۔ میں حضرت عباس کی اولاد میں سے ایک شخص سے ملا تو اس نے ان کا ذکر کرکے عصبی ولحمی ودمی وشعری وبشری کا ذکر کیا۔ نیز دو چیزیں اور بیان کیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں حضرت کریبؓ کا قول ہے کہ وہ سات چیزیں تابوت میں محفوظ ہیں۔ حضرت شاہ صاحب اس کی مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ حضرت کریبؓ کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ سات اعضاء کے نام صحیفہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ جو میرے پاس صندوق میں محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ تابوت سے پیٹ کا اندرونی حصہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ یعنی وہ اعضاء جو پیٹ میں مخفی ہیں۔

اصل عبارت یہ ہے:

قوله وسبع فی التابوت یعنی قال کریب لم احفظ اسماء سبع اعضاء لکنها مکتوب فی الصحیفه محفوظة فی الصندوق عندی۔ ویحوزان یکون المراد بالتابوت جوف البطن یعنی الا عضاء التی

تکون فی الجوف۔ کذاسمعت۔ (جلد۴،ورق ۲۴۹ب)

ترجمہ:-ان کا قول وسبع فی التابوت۔ یعنی کریبؒ نے کہا میں سات اعضاء کے نام محفوظ نہیں کرسکا تاہم وہ صحیفہ میں لکھے ہوئے ہیں جوان کے صندوق میں بند ہے۔ تابوت سے پیٹ کا اندرون حصہ بھی مرادلیا جاسکتا ہے۔ یعنی جواعضاء اندرون میں ہوتے ہیں۔اسی طرح میں نے سنا۔

۶۹-باب قول اللہ عزوجل واقسمو اباللہ جھدایمانھم۔وقال ابن عباس قال ابوبکر واللہ یارسول اللہ لتحدثنی بالذی اخطأت فی الرویا قال لا تقسم۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ انہوں نے اللہ کی سخت قسمیں کھائیں۔ ابن عباس نے کہا کہ حضرت ابوبکر نے کہا یارسول اللہ۔ خدا کی قسم مجھے وہ ضرور بتادیجئے جو میں نے خواب کی تعبیر میں غلطی کی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم نہ کھاؤ۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

امام بخاری نے ترجمۃ الباب کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے۔اس کے حاشیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمام نام معلوم تھے۔ تاہم انہوں نے نام بتانے سے پرہیز کیا۔

اصل عبارت یہ ہے:

وسمعت عن الشیخ المحدث فی بیان الخطاء ان ابا بکر لم یسم الاسماء مع انہ کان واقفا علیھا۔

(جلد۴،۲۸۰ب)

ترجمہ:-میں نے شیخ المحدث سے سنا کہ حضرت ابوبکر نے خطا کے بیان میں نام نہیں بتایا جبکہ وہ ان سے واقف تھے۔

۷۰-باب صاع المدينة ومد النبی صلی الله عليه وسلم وبركته وماتوارث اهل المدينه من ذالك قرنابعد قرن ۔ترجمہ:-مدینہ کا صاع اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد اور اس کی برکت کا باب جس کی برکت مدینہ منورہ میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی آرہی ہے۔

امام بخاری نے یہ باب مدینہ منورہ کے صاع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کی تفصیلات کے بارے میں قائم کیا ہے۔ اس کے ذیل میں تین احادیث نقل کی ہیں۔پہلی حدیث یہ ہے۔

حدثنی عثمان بن ابی شيبة نا القاسم بن مالك المزنی نا الجعيدبن عبدالرحمٰن عن السائب بن يزيد قال كان الصاع علی عهد النبی صلی الله عليه وسلم مداً وثلثاً بمدكم اليوم فزيد فيه فی زمن عمر بن عبدالعزيز۔

ترجمہ:- مجھ سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا۔ ہم سے قاسم بن مالک مزنی نے بیان کیا(انہوں نے کہا) ہم سے جعید بن عبدالرحمٰن نے سائب بن یزید سے روایت کی انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمہارے آج کے لحاظ سے صاع ایک مد اور تہائی کے برابر کا ہوتا تھا۔لیکن پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں اس میں اضافہ کردیا گیا۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں صاع اور مد کا ذکر موجود ہے لیکن ایک صاع کتنے مد کا ہوتا ہے۔بعد کے زمانہ خلافت میں اس کا کتنا وزن ہوتا تھا۔اس کی صراحت شاہ صاحب

کی زبانی سنئے۔شاہ صاحب فرماتے ہیں مدینہ کا صاع پانچ رطل اور ثلث کا ہوتا تھا۔اور بھی مد اور ثلث اموی دور کے صاع کا ہوتا تھا۔پس اموی مد چار رطل کا ہوتا تھا اور اموی صاع سولہ رطل کا ہوتا تھا۔

اصل عبارت ملاحظہ کیجئے۔

صاع المدینة خمسة ارطال وثلث وھو ملو ثلث بالصاع الاموی فالمدالاموی اربعة ارطال۔ والصاع الاموی ستة عشر رطلا۔ عن الشیخ المحدث سلمه الله تعالیٰ ۔(جلد۴،ق۲۸۶ب)

ترجمہ:۔مدینہ منورہ کا صاع پانچ رطل اور ایک تہائی کا ہوتا تھا۔اور بھی مد اور ثلث ہے اموی دور کے صاع میں پس اموی مد چار رطل کا ہوتا تھا اور اموی صاع سولہ رطل کا ہوتا تھا۔

۷۱-باب لعن السارق اذالم یسم۔ترجمہ: نام لیے بغیر چور پر لعنت کرنے کا باب۔

امام بخاری نے یہ باب چور پر لعنت بھیجنے کے سلسلے میں قائم کیا ہے۔اس کے تحت انہوں نے ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے۔

حدثنا عمر بن حفص بن غیاث نا ابی ناالاعمش قال سمعت ابا صالح عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لعن الله السارق یسرق البیضة فتقطع یدہ و یسرق الحبل فتقطع یدہ قال الاعمش کانوا یرون انه بیض الحدید والحبل کانوا یرون انه منھا مایسوی ثلثة دراھم۔

ترجمہ:۔ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا۔ہم سے میرے

باپ نے اور ان سے اعمش نے روایت کی انہوں نے کہا میں نے ابوصالح سے سنا انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی۔ انہوں نے بیان کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت کی کہ خود چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اور کشتی کی رسی چراتا ہے اور ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اعمش کا قول ہے کہ لوگوں کے خیال میں بیضہ سے مراد لوہے کا خود ہے اور الحبل سے تین درہم کی رسی کے مساوی مراد ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

یہاں چور پر اللہ کی لعنت سے وہ چور مراد ہے جو پہلی بار معروف خود چراتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ آگے بڑھتا ہے اور اعلیٰ قسم کا خود چرانے پر جری ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں چوری کے اس دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ جس سے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہو جاتا ہے۔

اصل عبارت یہ ہے:

قوله قال الاعمش الخ لايخفى انه لايساعد عليه اللعنة فمعناه لعن الله السارق يسرق اولاً البيضة المعروفة التى تافه ثم يجترى على اعلاه فيبلغ ادنى النصاب فتقطع يده۔ كذا سمعت عن الشيخ المحدث سلمه الله۔ (جلد۴، ق۲۹۳ الف)

ترجمہ:۔ اعمش کا قول الخ۔ یہ بات مخفی نہیں کہ یہ لعنت کا مصداق نہیں ہے۔ اس لیے اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ نے اس چور پر لعنت بھیجی ہے

جو سب سے پہلے معروف اور عام خود چوری کرتا ہے۔ تو معمولی قیمت کا ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس کی اعلیٰ قسم چرانے کی ہمت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ چوری کے ادنیٰ نصاب میں داخل ہو جاتا ہے۔ جس سے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔

۷۲-باب القسامة وقال الاشعث بن قيس قال لى النبى صلى الله عليه وسلم شاهداك او يمينه وقال ابن ابى مليكه لم يقد بها معوية وكتب عمر بن عبدالعزيز الى عدى بن ارطاة وكان امره على البصرة فى قتيل وجد عندبيت من بيوت السمانين ان وجد اصحابه بينة والافلا تظلم الناس فان هذا لا يقضى فيه الى يوم القيامة۔

ترجمہ:- قسامت کا باب۔ اشعث بن قیس نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے دو گواہ ہونے چاہئیں ورنہ اس کی قسم ہوگی۔ ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ معاویہ نے اس کا قصاص نہیں لیا عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا جنہیں بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ اس مقتول کے بارے میں جس کی لاش گھی بیچنے والوں کے گھروں کے پاس ملی تھی۔ کہ اگر اس کے ورثا کو گواہ مل جائیں تو بہتر ہے ورنہ کسی پر ظلم نہ کرنا۔ کیونکہ پھر اس مقدمے کا فیصلہ قیامت تک نہ ہو سکے گا۔

امام بخاری نے یہاں قسامت کا باب باندھا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث قسم کے سلسلے میں نقل کی ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ایک حکم نامہ بھی درج کیا ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے القسامۃ کے ذیل میں اپنی قیمتی معلومات پیش کی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مقتول پایا جائے اور اس کے قاتل کا پتہ نہ ہو تو مقتول کے اولیا اگر پوری ثبوت کے ساتھ کسی گروہ کے خلاف دعویٰ کریں تو مدعی علیہ کے پچاس آدمیوں کو قسم کھانا لازم ہے۔ اگر وہ قسم کھالیں تو بری الذمہ ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ لوگ قسم نہ کھا سکے تو ان پر دیت لازم ہوگی۔ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ امام شافعی کے نزدیک پہلے مدعی کو قسم کھانا ضروری ہے۔ اگر وہ انکار کر دے تو پچاس مدعیٰ علیہم کو قسم کھانا واجب ہوگا۔ اور اگر وہ لوگ قسم نہ کھائیں تو انہیں صرف دیت دینی ہوگی۔ امام مالک کا قول ہے کہ مدعیٰ علیہم پر پہلے دیت اور پھر قصاص لازم ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب مقتول کے اولیا راضی نہ ہوں تو متہم علیہ قتل کیا جائے گا۔ اس مسئلے میں امام بخاری کی رائے امام ابوحنیفہ کے خیال کے موافق ہے۔ اس بات کا احتمال بھی ہے کہ ان کی رائے امام شافعی کے موافق ہو۔

اصل عبارت یہ ہے:

قوله القسامة ـ اعلم انه اذا وجد احد مقتولا ولا يعلم قاتله فاولياء المقتول إن يدعوا على جماعة بثبوت ثابت فيما بينهم فيجب على خمسين رجلا من المدعى عليهم القسم فان اقسموا برؤا وان نكلوا فعليهم الدية لا ولياهٗ ـ هذا عند ابی حنيفةؒ وعند الشافعی يجب الحلف اولا على المدعى فان نكل فعلى خمسين رجلا من المدعى عليهم فان نكلوا فعليهم الدية فقط وا ما عند مالكؒ على المدعى

عليهم الدية اولا والقود ايضاً في صورة عدم استرضاء
اولياء المقتول فيقتل المتهم عليه ورأى ابو عبدالله
البخاري يوافق ابى حنيفة ويحتمل ان يكون موافقاً
للشافعي رحمه الله ايضاً ۔ كذا سمعت۔

(جلد۴ ورق۳۰۴ الف)

ترجمہ:- جاننا چاہیے کہ جب کوئی شخص مقتول پایا جائے اور اس کے قاتل کا پتہ نہ ہو تو مقتول کے اولیا اگر کسی گروہ کے خلاف پورے ثبوت کے ساتھ دعویٰ کریں تو مدعیٰ علیہم کے پچاس آدمیوں پر قسم واجب ہوگی۔ اگر وہ لوگ قسم کھالیں تو اس جرم سے بری ہو جائیں گے۔ اور اگر انہوں نے پہلو تہی کی اور قسم نہیں کھائی تو اولیا کو انہیں دیت دینی ہوگی۔ یہ امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔ امام شافعی کے نزدیک پہلے مدعی پر قسم لازم ہوگی۔ اگر اس نے انکار کردیا تو پچاس مدعیٰ علیہم پر قسم لازم ہوگی اگر انہوں نے انکار کردیا تو ان پر صرف دیت ہوگی۔ امام مالک کے نزدیک یہ ہے کہ مدعیٰ علیہم پر پہلے دیت پھر قصاص ہوگا۔ مقتول کے اولیاء کے راضی نہ ہونے کی صورت میں متہم علیہ قتل کیا جائے گا۔ امام بخاری کی رائے امام ابوحنیفہ کی رائے کے موافق ہے۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ امام شافعی کے خیال کے موافق ہو۔

۷۳-باب عمود الفسطاط تحت وسادته۔ باب الاستبرق ودخول الجنة في المنام ۔ترجمہ:- اپنے تکیے کے نیچے خیمے کا ستون دیکھنا۔ استبرق اور دخول الجنت فی المنام کا باب۔

امام بخاری نے اس باب میں اپنے تکیے کے نیچے خیمے کا ستون دیکھنے کے سلسلے میں ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے۔

حدثنا معلی بن اسد نا وهیب عن ایوب عن نافع عن ابن عمر قال رایت فی المنام کان فی یدی سرقة من حریر لا اهوی بها الی مکان فی الجنة الا طارت بی الیه فقصصتها علی حفصة فقصتها حفصة علی النبی صلی الله علیه وسلم فقال ان اخاك رجل صالح اوقال عبدالله رجل صالح۔

ترجمہ: ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) ہم سے وہیب نے ایوب سے اور انہوں نے نافع سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن عمر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ میں ہے۔ میں جنت کے جس مکان میں جانا چاہتا ہوں وہ اس کے اندر مجھے اُڑا کر لے جاتا ہے۔ پس میں نے حضرت حفصہ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت حفصہ نے یہ خواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا بھائی نیک ہے یا یہ فرمایا کہ عبداللہ نیک آدمی ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

یہ حضرت ابن عمرؓ کے خواب کا واقعہ تھا۔ اس موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب نقل کیا ہے جس میں کئی اہم امور کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ خیمہ کے ستون آپؐ کے تکیہ کے نیچے لگے ہوئے ہیں۔ فرشتے آپ کو شام لے گئے۔ اور وہاں خیمہ گاڑ دیا۔ اس سے یہ بات

ثابت ہوتی ہے کہ خلافت کا کاروبار ایک مدت کے بعد شام میں منتقل ہوجائے گا۔

اصل عبارت یہ ہے:

سمعت عن الشیخ المحدث ولی اللہ ادام اللہ برکاتہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای فی المنام ان عمود الفسطاط تحت وسادۃ راسہ فاذھب بہ الملك بالشام ونصب فیھا فسطاطافادلتہ بان امر الخلافۃ ینتقل بعد مدۃ من ارض..... ویستقر بالشام ۔ کذافی بعض شروحہ۔ (جلد۴،ق ۳۱۷ الف)

ترجمہ:- میں نے شیخ المحدث ولی اللہ ادام اللہ برکاتہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خواب میں دیکھا کہ خیمہ کے ستون سر مبارک کے تکیہ کے نیچے ہیں۔ فرشتے آپ کو اس کے ساتھ ملک شام لے گئے اور وہاں خیمہ نصب کردیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خلافت کا معاملہ ایک مدۃ کے بعد.... کی سرزمین سے منتقل ہوجائے گا۔ اور شام میں جم جائے گا۔ بخاری شریف کی بعض شروح میں اسی طرح ہے۔

۷۴-باب اذاقال عندقوم شیاءً ثم خرج فقال بخلافہ ۔ترجمہ:- جب کوئی لوگوں کے سامنے کچھ کہے اور پھر وہاں سے جا کر کچھ اور کرے۔

امام بخاری نے عہد شکنی کی مذمت کے سلسلے میں یہ باب قائم کیا ہے۔ اس کی پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا سلیمان بن حرب ناحماد بن زید عن ایوب عن نافع قال لما خلع اھل المدینۃ یزید بن معاویۃ جمع ابن عمر حشمہ وولدہ فقال انی سمعت النبی صلی اللہ

علیه و سلم یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیامة و انا قد بایعنا هذا الرجل علی بیع الله و رسوله ثم ینصب له القتال و انی لا اعلم احداً منکم خلعه و لا تابع فی هذا الامر الا کانت الفیصل بینی و بینه۔

ترجمہ:- ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) ہم سے حماد بن زید نے ایوب سے بیان کیا انہوں نے نافع سے بیان کیا۔ حضرت نافع نے فرمایا کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو حضرت ابن عمر نے اپنے پڑوسیوں اور لڑکوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر دغا باز کے لیے قیامت کے روز ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا۔ اور بیشک ہم نے اس آدمی کے ہاتھ پر اللہ اور اس کے رسول کے لیے بیعت کی اور میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر کوئی دھوکہ بازی ہو کہ کسی آدمی کے ہاتھ پر بیعت کی جائے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہو پھر اس کے ساتھ لڑنے کی ٹھانی جائے۔ اور میں نہیں جانتا کہ تم میں سے جو شخص اس کی بیعت توڑے گا یا کسی دوسرے سے بیعت خلافت کرے گا مگر میرے اور اس کے درمیان جدائی کا فیصلہ ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں حضرت ابن عمرؓ کا قول و فعل مذکور ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو انہوں نے اپنے پڑوسیوں اور بچوں کو ایک جگہ جمع کر کے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد شکنی کی نہایت مذمت کی ہے۔ ایسی صورت میں میں

جس شخص کے ہاتھ پر اللہ اور اس کے رسول کے لیے بیعت کر چکا ہوں۔ اس سے عہد شکنی نہیں کر سکتا۔ ورنہ حدیث کی روشنی میں مورد عتاب ہو جاؤں گا۔ اس موقع پر شاہ صاحب نے ایک معلومات افزا تاریخی بات کہی ہے۔ وہ یہ کہ یزید بن معاویہ کی بیعت کے مسئلے میں اکثر اصحاب بدر خاموش تھے۔ تاہم تیس صحابۂ کرام ایسے تھے جو حضرت علی کی مدد فرما رہے تھے۔ لیکن معاویہ بن سفیان کے ساتھ ان میں سے کوئی فرد نہ تھا۔

اصل عبارت دیکھئے:

اعلم ان اکثر اهل البدر کانوا متوقفین فی هذه القضیة الاثلثین رجالا فانهم عاونوا علیا رضی الله عنه وما کان احد مع معاویة بن سفیان منهم ۔ کذا سمعت ۔ (جلد۴،ق۳۲۶ب)

ترجمہ:- جاننا چاہیے کہ اس معاملے میں اکثر اصحاب بدر خاموش تھے۔ تاہم تیس صحابہ کرام ایسے تھے جو حضرت علی کے معاون تھے لیکن معاویہ بن سفیان کے ساتھ ان میں سے کوئی فرد نہ تھا۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۷۵- باب قوله و کان عرشه علی الماء وهو رب العرش العظیم۔ وقال ابو العالیه استوی الی السماء ارتفع فسواهن خلقهن ۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔ ابو العالیہ نے کہا استوی علی السماء سے مراد ارتفع (بلند ہوا) اور فسواھن سے مراد خلقھن (انہیں پیدا کیا) ہے۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت کئی احادیث نقل کی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رب عرش عظیم ہونے اور اس کی قدرت کاملہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اس ذیل میں ایک حدیث

حضرت زید بن حارثہ اور حضرت زینبؓ کے نکاح والی نقل کی ہے جو یہ ہے۔

حدثنا احمد نا محمد بن ابی بکر المقدمی ناحماد بن زید عن ثابت عن انس قال جاء زید بن حارثه یشکو فجعل النبی صلی الله علیه وسلم یقول اتق الله وامسك علیك زوجك قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو کان رسول الله صلی الله علیه وسلم کا تماً شیئاً لکتم هذه ـ قال وکانت زینب تفخر علی ازواج النبی صلی الله علیه وسلم تقول زوجکن اها لیکن وزوجنی الله من فوق سبع سموات وعن ثابت وتخفی نفسك ماالله مبدیه وتخشی الناس نزلت فی شان زینب وزید بن حارثه۔

ترجمہ:- ہم سے احمد نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) ہم سے محمد بن ابی بکر المقدمی نے اور ان سے حماد بن زید نے ثابت سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت زید بن حارثہ شکایت کرنے کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو روک کر رکھو۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم میں کچھ بھی چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپاتے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت زینب اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات سے فخریہ کہا کرتیں کہ تم لوگوں کا نکاح تم لوگوں کے گھر والوں نے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات

آسمانوں کے اوپر کیا۔ ثابت نے بیان کیا کہ آیت "تم اپنے دل میں چھپاتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طنز وطعنے کا اندیشہ تھا"۔ سورہ احزاب آیت ۳۷، حضرت زینب اور حضرت زید بن حارثہ کے حق میں نازل ہوئی۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس جگہ شاہ صاحب ایک تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں وہ یہ کہ پہلے حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ کے درمیان نکاح ہوا لیکن حالات بگڑنے کی بنا پر حضرت زیدؓ نے حضرت زینب کو طلاق دیدی۔ اس کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئیں۔ ظاہر ہے کہ اب اس میں کوئی قباحت نہیں رہی۔

اصل عبارت یہ ہے:

ای ارادۃ نکاحہا بعد طلاق زید وھوامر مباح فلاحاجۃ الی التکلفات۔ کذاسمعت۔

(جلد ۴، ق ۳۵۷ الف)

ترجمہ:۔ یعنی حضرت زینب سے نکاح کا ارادہ حضرت زید کے طلاق دینے کے بعد ہوا۔ یہ امر مباح ہے۔ جس میں تکلفات میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۷۶۔ باب فی المشیئۃ والارادۃ وقول اللہ تو تی الملک من تشاء وماتشاؤن الا ان یشاء اللہ ولا تقولن لشئ انی فاعل ذالک غدا الاان یشاء اللہ انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔ قال سعید بن المسیب عن ابیہ قال نزلت فی ابی طالب۔ یرید اللہ بکم

الیسر ولا یرید بکم العسر۔

ترجمہ:- خدا کی مشیت اور ارادہ کا باب ۔ارشاد ربانی ہے۔ تو جسے چاہے سلطنت دے۔ اور تم نہیں چاہتے ہو مگر یہ کہ چاہے اللہ۔ نیز فرمایا۔ اور ہرگز کسی بات کے لیے یہ نہ کہو کہ میں یہ کام کل کردوں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ نیز فرمایا۔ بیشک تم جس کو چاہو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ سعید بن المسیب نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالی نے فرمایا۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا۔

امام بخاری نے یہ بات اللہ کی مشیت وارادہ کے سلسلے میں قائم کرکے اس کی تائید میں چند آیتیں پیش کی ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالی کی قدرت کاملہ اور ہدایت تامہ کے سلسلے کی آیتیں بھی نقل کی ہیں۔ آخر میں ایک آیت مزید تحریر کی ہے جس میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ اللہ تعالی تم پر آسانی چاہتا ہے۔ تنگی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس موقع پر حضرت شاہ صاحب نے ایک تحقیق پیش کی ہے۔ وہ یہ کہ یہاں ارادہ سے تشریعی احکام کے لیے ارادہ مراد ہے جو روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے کے وقت کامل اطاعت میں دقت محسوس ہوتی ہے۔

اصل عبارت یہ ہے:

المراد ھھنا الارادۃ التشریعی یعنی الذی عرض للاحکام الشرعیہ لقہر النفس فی الصوم وانقیاد فی الصلوٰۃ ـ فکذا فی عمل الرخص فایدۃ الیسر کما یدل علیہ سیاق الآیۃ ـ ولیس المراد الارادۃ

التکوینی کما یتوھمه البعض۔ کذا سمعت۔

(جلد۴، ق ۳۶۴ الف)

ترجمہ:۔ یہاں تشریعی ارادہ مراد ہے۔ یعنی جو شرعی احکام کی ادائگی کے وقت روزہ میں نفس پر جبر اور نماز میں کامل اطاعت کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے۔ یسر کا فائدہ رخصت کے عمل میں بھی ہے۔ جیسا کہ آیت کا سیاق بتاتا ہے۔ یہاں تکوینی ارادہ مراد نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ اسی طرح میں نے سنا۔

☆☆☆